قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 27؍اگست 2022ء | 29؍محرم 1444 ہجری قمری | 27؍ظہور 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:181

فرمانِ رسولؐ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا کی خاطر نیکی کرے گا تو اسے اس نیکی کے دروازے سے جنت کے اندر آنے کے لئے کہا جائے گا۔ کہا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ تیرے لئے بہتر ہے۔ (اسی سے اندر آؤ)۔ اگر وہ نماز پڑھنے میں ممتاز ہوا تو نماز کے دروازے سے اسے بلایا جائے گا۔ اگر جہاد میں ممتاز ہوا تو جہاد کے دروازے سے۔ اگر روزے میں ممتاز ہوا تو روزے کے دروازے ’’باب الرّیان‘‘ سے۔ اگر صدقہ میں ممتاز ہوا تو صدقے کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ حضورؐ کا یہ ارشاد سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں جسے اس دروازے میں سے کسی ایک سے بلایا جائے اسے کسی اور دروازے کی ضرورت تو نہیں لیکن پھر بھی کوئی ایسا خوش نصیب بھی ہو گا جسے ان سب دروازوں سے آواز پڑے گی؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم بھی ان خوش نصیبوں میں سے ہو۔

(بخاری کتاب الصوم باب الریان للصائمین)

حضرت سلطان القلم کے رشحاتِ قلم

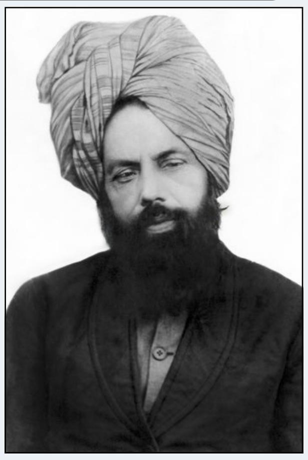

• اسلام میں انسان کے تین طبقے رکھے ہیں، ظَالِمٌ لِنَفْسِہٖ، مُقْتَصِدٌ اور سَابِقٌ بِالْخَیْرَات۔ ظَالِمٌ لِنَفْسِہٖ تو وہ ہوتے ہیں جو نفس امارہ کے پنجے میں گرفتار ہوں اور ابتدائی درجہ پر ہوتے ہیں جہاں تک ان سے ممکن ہوتا ہے وہ سعی کرتے ہیں کہ وہ اس حالت سے نجات پائیں۔

مُقْتَصِدٌ وہ ہوتے ہیں جن کو میانہ رو کہتے ہیں۔ ایک درجہ تک وہ نفس امارہ سے نجات پا جاتے ہیں لیکن پھر بھی کبھی کبھی اس کا حملہ ان پر ہوتا ہے اور وہ اس حملہ کے ساتھ ہی نادم بھی ہوتے ہیں۔ پورے طور پر ابھی نجات نہیں پائی ہوتی۔

مگر سَابِقٌ بِالْخَیْرَات وہ ہوتے ہیں کہ ان سے نیکیاں ہی سرزد ہوتی ہیں اور وہ سب سے بڑھ جاتے ہیں۔ ان کی حرکات وسکنات طبعی طور پر اس قسم کی ہو جاتی ہیں کہ ان سے افعال حسنہ ہی کا صدور ہوتا ہے۔ گویا ان کے نفس امارہ پر بالکل موت آجاتی ہے۔ اور وہ مطمئنہ حالات میں ہوتے ہیں۔ ان سے اس طرح پر نیکیاں عمل میں آتی ہیں گویا وہ ایک معمولی امر ہے۔ اس لئے ان کی نظر میں بعض اوقات وہ امر بھی گناہ ہوتا ہے جو اس حد تک دوسرے اس کو نیکی ہی سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی معرفت اور بصیرت بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو صوفی کہتے ہیں: حسنات الابرار سیئات المقربین۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 442-443 ایڈیشن 1988ء)

• قرآن شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور پرہیز گاری کے لئے بڑی تاکید ہے۔ وجہ یہ کہ تقویٰ ہر ایک بدی سے بچنے کے لئے قوت بخشتی ہے اور ہر ایک نیکی کی طرف دوڑنے کے لئے حرکت دیتی ہے۔ اور اس قدر تاکید فرمانے میں بھید یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک باب میں انسان کے لئے سلامتی کا تعویذ ہے۔ اور ہر ایک قسم کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے حصن حصین ہے۔ ایک متقی انسان بہت سے ایسے فضول اور خطرناک جھگڑوں سے بچ سکتا ہے جن میں دوسرے لوگ گرفتار ہو کر بعض اوقات ہلاکت تک پہنچ جاتے ہیں اور اپنی جلد بازیوں اور بدگمانیوں سے قوم میں تفرقہ ڈالتے اور مخالفین کو اعتراض کا موقع دیتے ہیں۔

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 342)

ارشاد باری تعالیٰ

وَلِکُلٍّ وِّجۡهَةٌ هُوَ مُوَلِّیۡهَا فَاسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ ؕ اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یَاۡتِ بِکُمُ اللّٰهُ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱۴۹﴾

(البقرہ: 149)

ترجمہ: اور ہر ایک کے لئے ایک مطمح نظر ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ، تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا۔ یقیناً اللہ ہر ایک چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

صحابہ کرامؓ نیکیوں میں بڑھنے میں کس قدر فکر کیا کرتے تھے۔ ایک حدیث سے پتہ لگتا ہے۔ کہ ایک دفعہ مالی لحاظ سے کم اور غریب صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑے شکوے اور شکایت کے رنگ میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! جس طرح ہم نمازیں پڑھتے ہیں اسی طرح امراء بھی نمازیں پڑھتے ہیں۔ جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں۔ اسی طرح امراء بھی روزے رکھتے ہیں۔ جس طرح ہم جہاد کرتے ہیں اسی طرح امراء بھی جہاد کرتے ہیں۔ مگر یا رسول اللہ! ایک زائد کام وہ کرتے ہیں۔ وہ صدقہ خیرات بھی دیتے ہیں جو ہم اپنی غربت اور ناداری کی وجہ سے نہیں دے سکتے۔ ہمیں کوئی ایسا طریقہ بتائیں جس پر چل کر ہم اس کمی کو پورا کر سکیں۔ آپؐ نے فرمایا تم ہر نماز کے بعد تینتیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہ، تینتیس دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور چونتیس دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ لیا کرو۔ یہ صحابہؓ بڑے خوش کہ اب ہم بھی امراء کے برابر نیکیوں میں آجائیں گے۔ انہوں نے اس طریق پر عمل شروع کر دیا مگر کچھ دنوں کے بعد امیروں کو، اس طریقہ عبادت کا بھی پتہ لگ گیا۔ اور انہوں نے بھی اسی طرح تسبیح و تحمید شروع کر دی۔ یہ صحابہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور شکایت کی کہ ان امراء نے بھی یہ طریق شروع کر دیا ہے۔ اور پھر ہمارے سے آگے نکل گئے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو نیکی کی توفیق دے رہا ہے تو میں اس کو کس طرح روک سکتا ہوں۔ تو دیکھیں اس تڑپ کے ساتھ صحابہ نیکیوں میں بڑھنے کے لئے نیکی کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ ان میں بڑے بڑے کاروباری بھی تھے، بڑے پیسے والے بھی تھے لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم کہ ’نیکیوں میں سبقت لے جاؤ‘ اس حکم پر اس طرح ٹوٹ کر عمل کرتے تھے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی نیکیوں کی کس طرح قدر کی ہے اور انفرادی اور جماعتی دونوں طرح سے انہیں خوب نوازا۔ تو جیسا کہ اس حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کے تحت صحابہؓ امیر ہوں یا غریب نماز، روزہ، جہاد، صدقات ہر ایک نیکی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔

(خطبہ جمعہ 10؍ستمبر 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

شبد زندہ رہیں یا مر جائیں (منظوم)

وہی اس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں

وسعتِ حوصلہ، ایک خوبصورت خُلق

’’اپنے جائزے لیں‘‘

سو سال قبل کا الفضل

نظامِ عدل کے بارے میں اسلامی تعلیمات

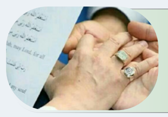

دربارِ خلافت

بیعت رسمی فائدہ نہیں دیتی

حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری نیکیوں کے معیار اُس سطح تک بلند ہوں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ بعض نصائح جو بیعت کرنے والوں کو آپ علیہ السلام نے مختلف اوقات میں فرمائیں، اُن کا مَیں اس خطبہ میں ذکر کروں گا۔ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’بیعت رسمی فائدہ نہیں دیتی۔ ایسی بیعت سے حصہ دار ہونا مشکل ہوتا ہے‘‘۔ یعنی اگر صرف رسمی بیعت ہے تو انسان اس بیعت سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے حصہ دار نہیں بن سکتا، نہ انعامات کا وارث بنتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنے والے کے حق میں مقرر فرمائے ہیں۔ فرمایا کہ ’’اسی وقت حصہ دار ہو گا جب اپنے وجود کو ترک کر کے بالکل محبت اور اخلاص کے ساتھ اس کے ساتھ ہو جاوے‘‘۔ یعنی جس کی بیعت کی ہے اُس کے ساتھ ہو جائے، خدا تعالیٰ کے ساتھ پختہ تعلق پیدا کر لے۔ پھر فرمایا: ’’تعلقات کو بڑھانا بڑا ضروری امر ہے۔ اگر ان تعلقات کو وہ (طالب) نہیں بڑھاتا اور کوشش نہیں کرتا‘‘ یعنی جس نے بیعت کی ہے اگر وہ یہ تعلقات نہیں بڑھاتا اور اس کے لئے کوشش نہیں کرتا، اللہ سے بھی تعلق اور جس کی بیعت کی ہے اُس سے بھی تعلق ’’تو اس کا شکوہ اور افسوس بے فائدہ ہے‘‘۔ پھر یہ شکوہ نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے اُن انعامات سے نہیں نواز رہا جن کا وعدہ ہے۔ فرمایا کہ ’’محبت و اخلاص کا تعلق بڑھانا چاہئے۔ جہاں تک ممکن ہو اُس انسان (مُرشد) کے ہمرنگ ہو۔ طریقوں میں اور اعتقاد میں‘‘۔ یعنی جس کی بیعت کی ہے اُس کے طریق پر چلو اور اعتقادی لحاظ سے بھی اُس معیار کو حاصل کرو۔ پھر فرماتے ہیں کہ ’’جلدی راستبازی اور عبادت کی طرف جھکنا چاہیے۔ اور صبح سے لے کر شام تک حساب کرنا چاہئے‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 3-4 ایڈیشن 2003ء)

سچائی اور عبادت کے معیار حاصل کرنے کی کوشش کرو اور صبح سے شام تک اپنے جائزے لو کہ کیا تم نے حاصل کیا ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں: ’’یہ مت خیال کرو کہ صرف بیعت کر لینے سے ہی خدا راضی ہو جاتا ہے۔ یہ تو صرف پوست ہے۔ مغز تو اس کے اندر ہے۔ اکثر قانون قدرت یہی ہے کہ ایک چِھلکا ہوتا ہے اور مغز اس کے اندر ہوتا ہے۔ چھلکا کوئی کام کی چیز نہیں ہے۔ مغز ہی لیا جاتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں مغز رہتا ہی نہیں اور مرغی کے ہوائی انڈوں کی طرح جن میں نہ زردی ہوتی ہے نہ سفیدی، جو کسی کام نہیں آسکتے اور ردّی کی طرح پھینک دیئے جاتے ہیں … اسی طرح پر وہ انسان جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اگر ان دونوں باتوں کا مغز اپنے اندر نہیں رکھتا‘‘ یعنی بیعت اور ایمان کی حقیقت نہیں پتہ اور عمل اس کے مطابق نہیں ’’تو اُسے ڈرنا چاہئے کہ ایک وقت آتا ہے کہ اُس ہوائی انڈے کی طرح ذرا سی چوٹ سے چکنا چور ہو کر پھینک دیا جائے گا۔ اسی طرح جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اُس کو ٹٹولنا چاہئے کہ کیا میں چھلکا ہی ہوں یا مغز؟ جب تک مغز پیدا نہ ہو ایمان، محبت، اطاعت، بیعت، اعتقاد، مریدی اور اسلام کا مدعی سچا مدعی نہیں‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 416 ایڈیشن 2003ء)

پھر یہ سب باتیں غلط ہیں کہ میں ایمان لایا، میری محبت ہے، میں کامل اطاعت کرنے والا ہوں، میں نے بیعت کی ہوئی ہے، مَیں اعتقادی طور پر یقین رکھتا ہوں، میں سچا مسلمان ہوں۔ فرمایا یہ سب دعوے ہیں۔ پس بیعت کے بعد ایمان میں بھی ترقی ہونی چاہئے، محبت میں بھی ترقی ہونی چاہئے، اللہ تعالیٰ سے محبت سب محبتوں سے زیادہ ہو، یہی خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے اُس کے سب سے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو، مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے محبت ہو، خلافت سے محبت ہو اور آپس میں ایک دوسرے سے محبت ہو۔

پھر فرمایا کہ اطاعت کے معیار حاصل کرو۔ اطاعت یہ نہیں کہ خلیفۂ وقت کے یا نظامِ جماعت کے فیصلے جو اپنی مرضی کے ہوئے دلی خوشی سے قبول کر لئے اور جو اپنی مرضی کے نہ ہوئے اُس میں کئی قسم کی تاویلیں پیش کرنی شروع کر دیں، اُس میں اعتراض کرنے شروع کر دیئے۔ فرمایا کہ یہ بیعت کا دعویٰ اگر ہے تو پھر اطاعت بھی کامل ہونی چاہئے۔ پس یہ بیعت کا دعویٰ، اعتقاد کا دعویٰ، مریدی کا دعویٰ اور اس حقیقی اسلام پر عمل کرنے کا دعویٰ یا مسلمان ہونے کا دعویٰ تبھی حقیقی دعویٰ ہے جب یہ اعلان ہو کہ آج بیعت کرنے کے بعد میرا کچھ نہیں رہا بلکہ سب کچھ خدا تعالیٰ کا ہے اور اُس کے دین کے لئے ہے۔ اور یہی بیعت کا مقصد ہے کہ اپنے آپ کو بیچ دینا۔

(خطبہ جمعہ 11/ اکتوبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

شبد زندہ رہیں یا مر جائیں

شبد زندہ رہیں یا مر جائیں
اپنے حصّے کی بات کر جائیں

حکم تھا، چھوڑ کر چلے جاؤ
کچھ بتایا نہیں کدھر جائیں

خاکِ پا ہیں، پڑے رہیں گے کہیں
آپ خوش باش اپنے گھر جائیں

یوں بھی اک دن تو مر ہی جانا ہے
آؤ اک دوسرے پہ مر جائیں

رینگتے جائیں مسجدوں کی طرف
دنیا داری کو دوڑ کر جائیں

پانی سر سے گزر نہ جائے کہیں
توبہ توبہ کریں، سدھر جائیں

جان ہے تو جہان ہے جاذل
جب کوئی ڈرائے تو ڈر جائیں

جواد جاذل

اداریہ

وہی اس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں

چند روز قبل خاکسار کو اپنی بڑی بیٹی کے گھر چند دن قیام کرنے کا موقع ملا۔ ان کی بڑی بیٹی اور خاکسار کی نواسی پیاری ناجیہ محمود سلمہا اللہ بعمر 7 سال (جو بیٹی کی شادی کے 12سال بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی دعاؤں، خاص توجہ سے پیدا ہوئی تھی۔ الحمدللّٰہ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک نظم بار بار ترنم سے پڑھتی دکھائی دی۔ خاکسار بھی محظوظ ہوا اور دوران سماعت مجھے ہر شعر بلکہ ہر مصرعہ نے اپنی طرف متوجہ کر کے اداریہ لکھنے کی طرف بلایا۔ وہ نظم یوں ہے۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں راہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

(ضمیمہ تریاق القلوب نمبر 5، روحانی خزائن جلد 15صفحہ 507)

خاکسار نے جب اس نظم کا سیاق و سباق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بلند پایہ تصنیف تریاق القلوب سے دیکھا تو بہت ہی دلچسپ اور ایمان افروز امور نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ضمیمہ تریاق القلوب نمبر 5 کے آغاز پر یہ تین اشعار تحریر فرما کر اللہ تعالیٰ کے اپنے ساتھ پیار کے نظاروں کا ذکر فرما کر لکھا ہے کہ اے اللہ ! تو نے مجھے کہا ہے کہ تو میری نظر میں منظور ہے۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔ اور بہت سے القابات سے نواز کر اپنی طرف لوگوں کو بلانے کا فریضہ میرے سپرد کیا ہے۔ مگر اس کے مقابل پر لوگوں نے مجھے گالیوں سے نوازا ہے۔ میرا نام کافر، کذاب اور دجال رکھا ہے۔ بس مجھے کوئی نشان دکھلا جس سے سلیم الفطرت لوگ مجھے (تیرا) مقبول بندہ سمجھنے لگے۔ اور حضورؑ نے جنوری 1900ء سے دسمبر 1902ء تک تین سالوں میں آسمانی نشان دکھلانے کی التجا اپنے اللہ سے کر دی۔ اور لکھا کہ دیکھ! میری روح نہایت توکل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے جیسا کہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے۔ سو میں تیری قدرت کے نشان کا خواہشمند ہوں۔ اور اس اشتہار کے آخر پر تحریر فرماتے ہیں کہ ’’تیرا قہر تلوار کی طرح مفتری پر پڑتا ہے اور تیرے غضب کی بجلی کذاب کو بھسم کر دیتی ہے مگر صادق تیرے حضور میں زندگی اور عزت پاتے ہیں۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 15صفحہ 512)

یہی وہ مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ان تین اشعار میں بیان فرمایا ہے جو اوپر درج ہو چکے ہیں کہ نصرت ہمیشہ نیک بندوں کو ملتی ہے اور دشمن ہمیشہ خائب و خاسر ٹھہرتا ہے۔ گو یہ اشعار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دشمنوں کو مخاطب ہو کر لکھے مگر ہر فرد جماعت کے لئے بھی اس کے اندر عظیم سبق موجود ہے۔

جیسا کہ خاکسار تحریر کر آیا ہے کہ اس نظم کے قریباً ہر شعر بلکہ ہر مصرعہ میں ایک سبق ہے، ایک نصیحت ہے۔ مگر مجھے آج درج ذیل اس شعر میں بیان نصیحت اور سبق پر اپنی توجہ مرکوز رکھ کر اپنے پیارے قارئین کو اپنے ساتھ لے کر چلنا ہے۔

وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں راہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو

اس شعر میں آپؑ نے اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کا ایک آسان ذریعہ بیان فرمایا ہے اور وہ عاجزی، انکساری اور تواضع ہے۔ دوسرے معنوں میں اپنے نفس کو، اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں مٹانا ہے اور وہ لوگ جو خود پسند ہوتے ہیں اور بات بات میں اپنی تعریف چاہتے ہیں وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہیں پہنچ پاتے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف انداز میں مومنوں کو تواضع اور منکسر المزاج رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے جہاں ’’عباد الرحمٰن‘‘ کی صفات کا ذکر فرمایا ہے وہاں سب سے پہلی صفت کا ذکر یوں فرمایا ہے

وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَہُمُ الۡجٰہِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا ﴿۶۴﴾

(الفرقان: 64)

اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں ’’سلام‘‘۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو جو نصائح فرمائیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ نخوت سے انسانوں کے لئے اپنے گال نہ پھلا اور زمین پر یونہی اکڑتے ہوئے نہ پھرا کرو۔

گویا اللہ کا مقرب بندہ بننے کے لئے فروتنی، انکساری ضروری ہے اور وہ جھگڑتے بھی نہیں بلکہ سلام کہتے ہوئے راستہ بدل کر چلے جاتے ہیں اور لقمانؑ کے بیٹے کی طرح اکڑتے بھی نہیں۔

اگر اس اہم موضوع کو احادیث کے دربار میں جاکر دیکھیں تو وہاں بھی بہت اعلیٰ درس ملتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔ جتنی زیادہ کوئی تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 758)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عضباء نامی ایک اونٹنی دوڑ میں کسی کو آگے نہیں گزرنے دیتی تھی۔ ایک دفعہ ایک دیہاتی نوجوان کی اونٹنی نے عضباء کو مات دے دی جس پر ہر مسلمان کو بہت افسوس ہوا۔ حضورؐ نے اس کو بھانپ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ دنیا میں جو بلند ہوتا ہے بالآخر اللہ تعالیٰ اس کے غرور کو توڑنے کے لئے اسے نیچا بھی دکھاتا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 759)

الغرض عاجزی، انکساری اور فروتنی ہی ایک ایسی عادت ہے جو انسان کو اپنے مقام سے بلند سے بلند تر کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی مختلف مقامات پر اس درس کو اُجاگر کرنے کی کوشش فرمائی ہے جیسے

’’جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا‘‘

خود اللہ تعالیٰ نے آپؑ کا نام سلامتی کا شہزادہ رکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا کہ

’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ناموں میں سے ایک نام خدا تعالیٰ نے سلامتی کا شہزادہ رکھا ہے۔‘‘

(تذکرہ صفحہ 677)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ محمدؐ جو جلالی نام تھا اور احمدؐ جو کہ جمالی نام تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی نام احمدؐ کی صفت پر ہے اور یہ دَور بھی جمالی یعنی محبت و پیار کا دَور ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے فرقہ کا نام ’’مسلمان فرقہ احمدیہ‘‘ رکھ کر اس کی توجیہ یہ فرمائی کہ

’’اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسم محمد جلالی نام تھا اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمد جمالی تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔ سو خدا نے ان دو ناموں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اوّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی۔ اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں اسم احمد ظہور کرے گا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام احمدیہ رکھا جائے تا اس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے اور جنگ اور لڑائی سے اس فرقہ کو کچھ سروکار نہیں۔ سو اے دوستو! آپ لوگوں کو یہ نام مبارک ہو اور ہر ایک جو امن اور صلح کا طالب ہو یہ فرقہ بشارت دیتا ہے۔ نبیوں کی کتابوں میں پہلے سے اس مبارک فرقہ کی خبر دی گئی ہے اور اس کے ظہور کے لئے بہت سے اشارات ہیں۔ زیادہ کیا لکھا جائے خدا اس نام میں برکت ڈالے۔ خدا ایسا کرے کہ تمام روئے زمین کے مسلمان اسی مبارک فرقہ میں داخل ہو جائیں تا انسانی خونریزیوں کا زہر بکلی اُن کے دلوں سے نکل جائے اور وہ خدا کے ہو جائیں اور خدا اُن کا ہو جائے۔ اے قادر و کریم تو ایسا ہی کر۔ آمین‘‘

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15صفحہ 528-527)

میں نے یہاں لندن میں ایک جگہ جہاں انڈوں کی پیکنگ ہو رہی تھی دیکھا کہ وہ ہر انڈے کو پیک کرنے سے قبل ایک تیز نوکیلے کیل نما اوزار کو ہر انڈہ میں چبھوتے تھے۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ جس انڈے کے چھلکے میں اس نوک دار کیل سے سوراخ کر دیا جائے تو وہ ابالتے وقت ٹوٹتا نہیں۔ میرے ذہن کو فوراً یہ سبق ملا کہ یہ اس کی اکڑ مارنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اگر انسان کو مختلف ضربیں لگی ہوں اور وہ مشکلات میں گھرا ہو تو اس کی اکڑ ختم ہو جاتی ہے اور وہ نرمی کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس سے اس میں خوبصورتی آتی ہے اور خوبصورتی خدا کو بہت پسند ہے اور اس طرح وہ اس کا مقرب بندہ بنتا چلا جاتا ہے۔

(ابوسعید)

منزہ ولی سنوری۔ کینیڈا

وسعتِ حوصلہ، ایک خوبصورت خُلق

خلق کی تعریف

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زبانی

''خلق اُس حالت کا نام ہے جبکہ طبعی تقاضے قوتِ فکر کے ساتھ ملا دیے جائیں اور اُن سے کام لینے والی ہستی مقتدر ہو۔یعنی وہ اخلاق جو شریعت اور عقل کے ماتحت کیے جائیں''

(منہاج الطالبین صفحہ 178)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا کہ ''اخلاق کا لفظی معنی عرفِ عام میں انسان کی میل جول کی اس صلاحیت کو کہتے ہیں جس سے وہ دشمن کم اور دوست زیادہ بناتا ہے''

(کتاب نمبر 3 خطبات برائے واقفینِ نو)

اقسامِ خلق

اسلامی نقطہ نظر سے 2 اقسام ہیں اخلاق حسنہ اور اخلاقِ سئیہ یعنی نیک خو اور بد خوانسان ''جسکی نیکیاں زیادہ ہونگی وہ اچھے اخلاق کا مالک، اور زیادہ بدیوں کا مالک بدخلق کہلاتا ہے''

(بمطابق سورۃ القارعہ آیت 7 تا 10 از منہاج الطالبین صفحہ 36)

اسی طرح ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

رَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ

(الاعراف:157)

ترجمہ: میری رحمت وہ ہے کہ ہر ایک کے لئے وسیع ہے۔

مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ خواہ کتنی ہی سختیاں اور تلخیاں آئیں صبر اور وسعت حوصلہ سے کام لیا جائے۔غصّہ پر قابو پایا جائے۔ ہمارے پیارے نبی پاکؐ نے حوصلہ بلند رکھتے اور غصّہ پر قابو پانے کے لیے دُعا سکھائی ہے کہ ''اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ'' پڑھ لیا جائے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 798)

غصّہ میں انسان کا دماغ ماؤف ہو جاتا ہے۔ کچھ سمجھ نہیں آتا۔ اسکے بر عکس فراخدلی اور بشاشت سے وسعت حوصلہ سے کام لینے سے کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی صفت الواسع کو دیکھتے ہیں جو انتہائی وسعتوں کا مالک ہے وسیع کائنات زمین و آسمان اور وسیع پہاڑوں اور سمندروں کا مالک۔ یہ سب باتیں ہمیں وسعت حوصلہ کا سبق دیتی ہیں اگر اللہ تعالیٰ بھی ہمارے گناہوں کو نہ بخشے تو ہمارا کیا حال ہو اس لئے وسعت حوصلہ کا ہونا بہت ضروری ہے۔سمندر کی طرح وسیع القلب بنو جو موتیوں کے ساتھ ساتھ کنکریوں کو بھی سمیٹے رکھتا ہے۔ انسان جو اشرف المخلوقات ہے وہ دوسروں کی لغزشوں کو کیوں وسعتِ حوصلہ سے برداشت نہیں کرسکتا۔

حدیث مبارکہ بابت وسعتِ حوصلہ

حدیث: اَلۡغِنَی غِنَی النَّفۡسِ

(مسلم)

ترجمہ: اصل دولت تو انسان کے نفس کی دولت ہے۔

اسکی تشریح کرتے ہوئے حضرت سیّد میر محمود احمد صاحب فرماتے ہیں ''بعض لوگ ارب پتی ہیں شاندار کوٹھیوں زرق برق لباس اور موٹروں کے مالک لیکن حقیقی خوشی سے محروم۔ کشادہ دل اور وسعتِ حوصلہ سے خالی ہاتھ لیکن اسکے برعکس سادہ زندگی بسر کرنیوالے شاہانہ دل کے مالک اخلاقی وسعت اُنکے اندر سمندر کی طرح پائی جاتی ہے'' یہ ہے اصل میں دل کی دولت۔

(تشحیذ الاذہان صفحہ 7 جولائی 2010)

فضیلت وسعتِ حوصلہ از روئے حدیث

اَفۡضَلُ الۡفَضَا ئِلِ اَنۡ تَصِلَ مَنۡ قَطَعَكَ وَ تُعۡطِیَ مَنۡ مَنَعَكَ وَ تَصۡفَحُ عَمَّنۡ شَتَمَكَ

(مسند احمد صفحہ 438 از حدیقۃ الصالحین صفحہ 776)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ تو قطع تعلق رکھنے والے کے ساتھ تعلق قائم رکھے اور جو تجھے نہیں دیتا اُسے بھی دے اور جو تجھے بُرا بھلا کہتا ہے اس سے بھی درگزر کرے۔''

وسعت حوصلہ کی کتنی عمدہ فضیلت ہمیں بتائی گئی ہے کہ دُشمن کے ساتھ بھی قطع تعلق کرنے والوں کے ساتھ مصائب اور تکالیف کے وقت بُرائی کے مقابلہ میں بھی نیکی کریں اور وسعتِ حوصلہ کر کے بلند کردار کا مظاہرہ کریں۔ یہ ایک ایسا خلق ہے جس کے قرآن و حدیث کے بعد ہمارے پیارے نبیؐ کے غلام حضرت مسیح موعود نے بھی اپنے عملاً نمونہ سے اور قول سے یہ بات ثابت کر دی۔

- فرمان نبی ابوذر سے ہے مروی
- ہر ایک سے ہنستے ہوئے چہرہ سے ملو
- ادنیٰ کسی نیکی کو نہ سمجھو میرے پیارو
- الفت ہے نبی سے تو یوں اخلاق سنوارو

(چوہدری بشیر احمد)

(از تشحیذ الاذہان صفحہ 16، جنوری 2010)

حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات

آپؑ فرماتے ہیں کہ ''خدا تعالیٰ کی طرف سفر کرنا بھی ایک نہایت دقیق در دقیق راہ ہے اُسکے ساتھ طرح طرح کے مصائب اور دُکھ لگے ہیں لیکن اُنکی وسعتِ حوصلہ ہی ہے جو کمر ہمّت بندھاتی ہے اور کامیابیوں سے ہمکنار کرتی ہے۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعود جلد دوم صفحہ 27)

*اسی طرح فرمایا ''صفتِ لوّامہ ہی ہے جو انسان کشمکش میں بھی اصلاح کر لیتا ہے۔ اگر کوئی جاہل گالی دے یا شرارت کرے جسقدر اُس سے اعراض کروگے عزت بچالوگے اور جسقدر اس سے مڈھ بھیڑ ہوگی تباہی اور ذلّت ہوگی۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 102)

ہمیں تسلی دیتے ہوئے مزید فرمایا ''میں تمہیں کہتا ہوں کہ جب ایسی گالیاں اور اعتراضات سنو تو غمگین اور دلگیر مت ہو کہ تم سے اور مجھ سے پہلے خدا کے نبیوں کی نسبت یہی لفظ بولے گئے تو ضرور تھا کہ خدا کی وہ سنتیں اور عادتیں ہم میں پوری ہوں۔''

گالیاں سُن کے دُعا دو
پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو
تم دکھاؤ انکسار

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 144)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تربیت اولاد کے لئے ہماری رہنمائی فرمائی ہے کہ بچہ کو شروع سے ہی عمدہ اخلاق سکھائے جائیں ضبطِ نفس کی عادت ڈالیں، وقت پر خوراک وغیرہ دیں تا کہ تکلیف سہنے کا حوصلہ ہو، ضد کی عادت پیدا نہ ہونے دیں۔ تکبر اور ترش روی کا خیال رکھیں بچہ کی تعریف کی جائے۔

آپ فرماتے ہیں لوگوں کا یہ کام ہے کہ تمہارے اعمال کو دیکھیں لیکن تمہارا کام ہے ہمیشہ اپنے دل کا مطالعہ کرو۔

واقفین بچوں کے لئے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشادات

تیسری چیز ہے وسعت حوصلہ بچپن سے ہی سکھائیں کہ اگر تمہارا نقصان ہوگیا ہے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں اپنا حوصلہ بلند رکھو اور حوصلے کی یہ تعلیم زبان سے نہیں اپنے عمل سے دیں... بعض دفعہ معمولی نقصان پر ماں باپ بچوں یا نوکروں پر برس پڑتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں اور چپیڑیں مارتے ہیں ایسے ماں باپ بچوں میں حوصلے پیدا نہیں کر سکتے... وسیع حوصلگی جماعت کے لئے آئندہ بہت ہی کام آنے والی چیز ہے۔

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء، مصباح جولائی 2005ء صفحہ 14)

واقفین نو بچوں میں وسعتِ حوصلہ کی اہمیّت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں جہانتک اخلاق حسنہ کا تعلق ہے واقفین بچوں میں بدرجہ اولیٰ نظر آنی چاہئیں... بچوں کے مزاج میں شگفتگی پیدا کرنی ضروری ہے ترش روئی اور وقف پہلو بہ پہلو نہیں چل سکتے۔ مخالفانہ بات سننا اور تحمّل سے جواب دینا ان بچوں کے لئے بہت ضروری ہے۔

(خطبات برائے واقفینِ نو کتاب نمبر 2 فرمودہ 10 جنوری 2010ء صفحہ 39-44)

وسعتِ حوصلہ سے تعریف کرنا ایک پوشیدہ گُر

ترقی کے اُکسانے کے لئے حوصلہ افزائی عمدہ گُر ہے۔ جسکو امیر خسرو نے کچھ اسطرح بیان کیا ہے کہ ''تم لوگوں کے دلوں میں ہمت کے دیپ جلا کر اُنکی زندگی میں روشنی پیدا کر سکتے ہو۔''

(تشحیذ الاذہان جولائی 2010ء صفحہ 1-2)

ارشاد خلیفۃ المسیح الخامس

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نے سابقہ جلسوں کی طرح امسال بھی جلسہ سالانہ جرمنی خطبہ جمعہ 2012ء میں عہدیداران اور جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ ''اپنے ماتحتوں سے تنگ نظری کی بجائے وسعتِ حوصلہ سے کام لیں اُنکی سچی صلاحیتوں کی تعریف کر کے اُن سے عمدہ کام لئے جا سکتے ہیں۔''

آپ مزید فرماتے ہیں ''احباب وسعتِ حوصلہ اور صبر و تحمّل سے ڈیوٹی والوں کے ساتھ درگذر کریں اگر کوئی کمی رہ جائے تو حوصلہ سے برداشت کریں اسی طرح وسعتِ حوصلہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکمل چیکنگ

کروائیں تاکہ شکایات کم ہوں تاہم حضور کی خواہش کے مطابق باہم اخوّت اور محبت کی مثال بن جائیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ 30 جولائی 2010ء)

(احمدیہ گزٹ ستمبر 2010ء صفحہ 6)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا یہ فقرہ ’’محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں‘‘ وسعتِ حوصلہ کی زبردست مثال ہے۔

ابراہم لنکن سابق صدر امریکہ کے بارہ میں کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ’’اُسکا دل اس دُنیا سے بھی بڑا تھا مگر اُس کے اندر کسی کی خطا یاد رکھنے کا کوئی خانہ نہ تھا۔‘‘

(گلدستہ خیال از بشیر احمد آرچرڈ صفحہ 23)

ولیم جیمز لکھتا ہے کہ ’’ہم سب کے دل و دماغ میں لامحدود صلاحیتیں سوئی پڑی ہیں جنکو حوصلہ افزائی کا ایک لفظ جگا دیتا ہے۔‘‘

(از خالد نومبر 2008ء صفحہ 12)

عمدہ مثالیں وسعتِ حوصلہ

1۔سب سے اعلیٰ اور پیاری مثال ہمارے سامنے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدائی حکم سے آپ کو جنگل میں تنہا چھوڑ دیا وہ بھی اگر وسعتِ حوصلہ کا مظاہرہ نہ کرتیں واویلا مچاتیں کہ یہ کیا ہوگیا ہے ہمیں جنگل میں ڈال کر خود چلے گئے ہیں۔ لیکن اُنکا وسعتِ حوصلہ دیکھیے، فرمایا ’’اگر یہ خدا کا حکم ہے تو ہمیں خدا ضائع نہ کریگا‘‘ چنانچہ اسی صبر اور حوصلہ کے نتیجہ میں وہاں خدا نے ایک آبادی آباد کی۔

2۔ پھر اُنکی نسل سے ہی آگے ہمارے نبی کریمؐ نے جن سے بڑھ کر کوئی فراخدل اور بلند حوصلہ کا مالک نہ تھا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکّہ میں داخل ہونے کا وسعتِ حوصلہ کا بہترین نظارہ جب آپ نے اپنے سامنے سر جھکائے ہوئے منکرینِ اسلام جنہوں نے آپؐ اور آپؐ کے صحابہ پر بے انتہا مظالم ڈھائے تھے صرف لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمْ کہہ کر سب کو معاف کر دیا۔ سبحان اللہ۔ کیا خوب وسعتِ حوصلہ تھا۔

اور آپؐ سورۃ النور آیت 23 کے ترجمہ ’’اور چاہئے کہ وہ عفو سے کام لیں اور درگذر کریں‘‘ کے پہلے مصداق بنے۔

3۔حضرت مسیح موعودؑ مرزا غلام احمد کی بے شمار عمدہ مثالیں ہمارے سامنے ہیں دشمنوں کے سامنے کیا گھریلو سطح پر، کیا بچوں کے ساتھ الغرض ہر موقعہ پر انتہائی وسعتِ حوصلہ کا مظاہرہ کیا۔ ایک مرتبہ آپکا ایک قیمتی مسودہ آگ لگ جانے کے باعث ضائع ہوگیا تو آپ نے کسی قسم کی خفگی کی بجائے فرمایا خدا اسکے بدلہ اور مضمون سمجھا دیگا۔ اسی طرح دشمنوں کی گالیوں کے جواب میں وسعتِ حوصلہ کی عمدہ مثالیں ہیں۔

4۔ وسعتِ قلبی کی عمدہ مثالیں دونوں خلفاء کی ہمارے سامنے ہیں خاص طور پر جب خلیفۃ الرابعؒ نے ہجرت کی اور خلیفۃ الخامس بھی اپنی پُرانی یادیں گھر بار اہل و عیال سب کچھ خدا کی خاطر چھوڑ کر دیارِ غیر میں آبسے اور اپنے پیاروں کی جُدائی برداشت کی۔

5۔ ہر لحہ امیگریشن لینے والے افراد جماعت کے بلند حوصلوں کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ خاکسار بھی اُنہی ماؤں میں سے ایک ہے جنکی دلی کیفیت کا حال تو خدا ہی جانتا ہے تمام نعمتوں اور ہر قسم کی آسائشوں کے باوجود اولاد کی جُدائی میں یہ وقت کاٹنا انتہائی وسعتِ حوصلہ کا کام ہے۔

6۔آخر میں شہدائے لاہور اور ماسٹر عبد القدوس کی قربانیوں اور وسعتِ حوصلہ کی داد دیتی ہوں جنہوں نے شدید تشدد سہہ کر بھی جماعت پر کوئی حرف نہ آنے دیا۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے 6/اپریل 2012ء کو خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا ’’اے عبد القدوس ہم تجھے سلام کرتے ہیں‘‘۔ اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں۔ 1901ء سے اب تک سلسلہ احمدیہ میں تاریخ گواہ ہے کہ جماعت نے بھی ان موقعوں پر کوئی مار دھاڑ یا شور بپا نہ کیا بلکہ وسعتِ حوصلہ کا بلند ترین معیار قائم کیا۔ ان شہداء کی داد تو دُشمن بھی دے رہا ہے۔

؎ زخموں سے چور چور تھا لب پر گلہ نہ تھا
کیا حوصلہ تھا ماسٹر عبد القدوس کا
اُس نے تو صدق و صبر کی اعلیٰ مثال سے
سفّاک قاتلوں کو بھی حیران کر دیا

(عبدالکریم قدسی از انصار اللہ مئی 2012ء صفحہ 5)

7۔ اسی طرح عورتوں میں حضرت امّاں جان اور محترمہ چھوٹی آپا جان مریم صدیقہ صاحبہ کی بے شمار مثالیں وسعتِ قلبی کی ہمارے سامنے ہیں جنہوں نے ہمیشہ وسعتِ حوصلہ سے دل کی گہرائیوں سے خواتین کو تربیت دینے میں مدد کی۔ سارے کام بڑے پیار سے سمجھائے۔

حرفِ آخر

الغرض خدا کرے ہم جو پیارے نبی کریم ﷺ کے غلام حضرت مسیح موعودؑ کی پیروی میں اپنی جانیں تک نچھاور کرنے کو سعادت خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں وسعتِ حوصلہ کی اعلیٰ ترین بلندیاں عطا فرمائے تاکہ اللہ اور اُسکے رسول ﷺ کی خوشنودی کا باعث ہوں۔ امن و سلامتی کا باعث ہوں اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے۔ آمین

ایڈیٹر کے نام خطوط

• **مکرمہ عطیہ العلیم۔ہالینڈ سے لکھتی ہیں۔**

کیم اگست کو شائع ہونے والے اداریے ’’لجنہ اماء اللہ کی ڈائمنڈ جوبلی پر خراجِ تحسین‘‘ پڑھا۔ یہ خراج تحسین تو دراصل اس ذات کو جاتا ہے جس نے اس تنظیم کی بنیاد رکھی اور اس کو پروان چڑھایا۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو عورتوں کی تربیت کی اس قدر فکر تھی کہ آپ نے سب سے پہلے جو ذیلی تنظیم قائم کی وہ لجنہ اماء اللہ کی تنظیم تھی اور اس کے بعد دیگر ذیلی تنظیمیں قائم فرمائیں۔لجنہ اماءاللہ کا قیام ہم خواتین پہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک ایسا عظیم احسان ہے کہ جس کی قدر و منزلت سے ہم ساری عورتیں واقف نہیں ہیں اور آپ کے اس احسان نے ہم عورتوں کو وہ مقام دلایا ہے جو ناممکن تھا کہ بغیر اس تنظیم کے ہم پا سکتیں۔

اس تنظیم کی بدولت ہم عورتیں انتظامی امور میں مردوں کی سرپرستی سے نکل کر خود مختار ہوئیں۔ آج کی احمدی عورت بڑے بڑے پروگرام اور اجتماعات منعقد کروا سکتی ہے۔عورتوں کے علمی معیار کو بڑھانے کے لیے جس درد کا حضرت مصلح موعودؓ نے اظہار فرمایا یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج کی احمدی عورت کا علمی معیار بے مثال ہے۔اپنی اور اپنے گھر والوں کی تربیت اور ان کو ہر طرح سے سپورٹ کرنے کی اہلیت،قربانیوں میں اپنے آپ کو پیش کرنا اور اپنے ساتھ والوں کو بھی فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ کی طرف بلانا یہ لجنہ کی تنظیم کے جھنڈے تلے ہی ممکن ہوا۔

شوریٰ کے نظام میں جس طرح حضور اقدسؓ نے عورتوں کو نمائندگی دلائی اس نے عورتوں کو خود اعتمادی دلائی کہ ان کو اپنی بات کہنے اور رائے دینے کا پورا پورا حق ہے۔ لجنہ اماءاللہ کی بدولت عورتوں کو مالی امور میں بھی مہارت حاصل ہوئی۔ بجٹ بنانا،خرچ کرنا،ذرائع آمدن کو کس طرح بڑھانا چاہیے، کس طرح ہنر سیکھ کر اپنی آمد کو بڑھانا اور اپنے چندوں میں اضافہ کرنا، وراثت میں اپنے حصہ کی شمولیت کا شعور،اپنی جسمانی و ذہنی صحت کے خیال کی طرف توجہ، باپردہ اور باحیاء لباس کے ساتھ دنیا کے مختلف اداروں میں اعتماد کے ساتھ کام کرنے کی توفیق بھی لجنہ کی تنظیم کی مرہون منت ہے۔ ہم عورتیں جتنا بھی خدا تعالیٰ کے اس احسان پر شکر کریں وہ کم ہے۔

• **مکرمہ امۃ الشافی رومی۔قادیان سے لکھتی ہیں۔**

ماشاءاللہ! کمال مساعی ہے ادارہ الفضل آن لائن کی۔ ہر موقع کی مناسبت سے، ہر تاریخی دن کے حوالہ سے تمام قارئین کیلئے قیمتی مواد مہیا کرنا اور ساری توجہ الفضل کی طرف کھینچ لینے کے تعلق سے ہمارا پیارا اخبار روزنامہ الفضل خاص اہمیت کا حامل ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

• **مکرمہ صفیہ بشیر سامی۔لندن سے لکھتی ہیں۔**

آپ نے نئے ہجری سال کی سب کو مبارک دی ہے آپ کو بھی دل کی گہرائی سے بہت بہت مبارک ہو جس محنت و لگن سے آپ کی ٹیم ہمارے لئے کام کرتی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔مبارک بادی کے ساتھ ہی آپ نے جو محرم الحرام کی دعائیں لکھ دی ہیں مجھے تو بہت فائدہ ہوا ہے۔ میں بہت کچھ سیکھتی ہوں آپ کا ہر ادارایہ ہی میرے لئے ایک سبق ہوتا ہے جس سے میں سیکھتی رہتی ہوں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے آمین۔

نیاز احمد نائک۔ استاد جامعہ احمدیہ قادیان

’’اپنے جائزے لیں‘‘

ارشادات از خطبات مسرور جلد 3

قسط 2

نیکیوں کی تلقین کرنے والے کو اپنے جائزے بھی لیتے رہنا چاہئے

ہر احمدی کو جو نیکیوں کی تلقین دوسروں کو کرتا ہے خود بھی ان نیکیوں پر عمل کرنا چاہئے۔ اور خاص طور پر جن کے سپرد جماعت کی طرف سے یہ کام ہوتا ہے ان کو تو بہت زیادہ محتاط ہونا چاہئے اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے، اس کا فضل مانگنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ اگر یہ انذار سن کر کسی کو یہ خیال آئے کہ پھر تو بہتر ہے کہ مَیں خاموش رہوں اور کبھی نیکیوں کی تعلیم نہ دوں اور نہ بری باتوں سے روکوں جب تک کہ مَیں خود اس قابل نہیں ہو جاتا۔ اگر یہ خیال آئے گا تو انسان اپنی اصلاح سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ تعلیم دینا بھی ضروری ہے کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ پس ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ وہ نیکیوں کی تعلیم بھی دے اور ساتھ ساتھ اپنا محاسبہ بھی کرتا رہے، اپنا جائزہ بھی لیتا رہے کہ میری اصلاح ہو رہی ہے کہ نہیں۔ یہ انتہائی ضروری امر ہے۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 284)

مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولو

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی چھوٹے بچے کو کہا آؤ میں تمہیں کچھ دیتا ہوں اور اسے دیتا کچھ نہیں تو یہ جھوٹ میں شمار ہو گا۔ یہ جھوٹ کی تعریف ہے۔ اب اگر ہم میں سے ہر ایک اپنا جائزہ لے تو پتہ چلے گا کہ ہم روزانہ کتنی دفعہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھوٹ بول جاتے ہیں۔ مذاق مذاق میں ہم کتنی ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو جھوٹ ہوتی ہیں۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 289)

جائزے لیں کہ کیا ہم حضرت ابراہیمؑ کی برکات کا حصہ دار بن رہے ہیں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں شرک کے خلاف ایک عظیم جہاد کیا تھا اور مخالفین نے اس وجہ سے ان کو آگ میں بھی ڈالا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ اپنے پیاروں کو اس طرح ضائع نہیں کرتا۔ چنانچہ وہ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکی۔ ہمیں بھی اپنا جائزہ لینا ہو گا کہ ایک طرف تو ہم اپنے آپ کو ابراہیمؑ کی برکات کا حصہ دار بنانا چاہتے ہیں۔ ہم اس زمانے کے ابراہیم کو مان کر ہر قسم کے شرک سے بے زاری کا اظہار کرنے کا نعرہ لگاتے ہیں۔ لیکن مثلاً نمازوں کے اوقات ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بُت اور خدا، نوکری کے، کاروبار کے، سستیوں کے ہم نے بنائے ہوئے ہیں ان کے پنجے سے نکلنا نہیں چاہتے۔ یا اس طرح نکلنے کی کوشش نہیں کرتے جس طرح کوشش کرنی چاہئے۔ صرف منہ سے یہ کہہ دینا کہ اے اللہ ہمیں مقام ابراہیم پر فائز کر دے، کوئی فائدہ نہیں دے گا جب تک کہ وہ محبت اپنے دل میں پیدا نہ کریں جو ابراہیم علیہ السلام کو اپنے خدا سے تھی۔ جب تک ہم اپنے آپ کو مکمل طور پر خدا تعالیٰ کے احکامات کے سپرد نہ کر دیں۔ جب تک ہم اپنے تمام معاملات خدا پر نہ چھوڑ دیں اور عبادتوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کے ساتھ ساتھ جھوٹی اناؤں کو نہ چھوڑ دیں۔ جب تک ہم اپنے خاندانوں اور برادری کی بڑائی کے تکبر سے باہر نہ نکلیں۔ جب تک ہم اس چکر میں رہیں گے کہ میں سیّد ہوں یا مغل ہوں یا پٹھان ہوں یا جاٹ ہوں یا آرائیں ہوں، ان لفظوں سے جب تک باہر نہیں نکلیں گے جب تک ہم اپنے معیار اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق تقویٰ کو نہ بنالیں کوئی فائدہ نہیں۔ تو جب ہم یہ ساری چیزیں کر لیں گے تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم مقام ابراہیم پر قدم رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس مقام پر قدم رکھتے ہوئے اپنے تمام معاملات خدا تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں۔ تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم وفاداروں میں ہیں۔ اور اس زمانے کے ابراہیم سے جو عہد بیعت ہم نے باندھا ہے اس کو پورا کرنے والے ہیں۔ پس جب ہم یہ معیار حاصل کر لیں گے یا حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو تب ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیاروں میں شامل سمجھے جائیں گے۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 348)

ہماری مسجدوں میں آنا دکھ اور تکلیف کے لئے نہ ہو

ہماری مسجدوں میں آنا ہمارے ماحول کے لئے خیر و برکات کا باعث ہو۔ نہ کہ دکھ اور تکلیف کا۔ پس جب اس نیّت سے ہر کوئی کوشش کر رہا ہو گا تو یہ کوششیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک یقیناً مقبول ہوں گی۔ اور جہاں یہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنائیں گی وہاں یہ ماحول میں محبتیں بھی بکھیر رہی ہوں گی۔ جماعت احمدیہ کی مساجد تو بہر حال بھلائی پھیلانے والی اور خیر پھیلانے والی ہیں۔ اس لئے ہر ایک کو یہاں آنا بھی اسی نیّت سے چاہئے۔ اگر کوئی فتنہ و فساد کی نیّت سے آئے گا تو اس کو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ لیکن ہر احمدی کو اس لحاظ سے بھی اپنے ماحول کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ کبھی کوئی شر جماعت کے اندر یا مساجد میں کامیاب نہ ہو۔ ہر احمدی کو بھلائی اور خیر کی تعلیم کو ہی ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کیونکہ یہی چیز ہے جس نے اسلام کی صحیح تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کا کردار ادا کرنا ہے، بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھانا ہے۔ یہ تعلیم پھیلانے میں مساجد ایک بہت بڑا کردار ادا کرتی ہیں ہمیں اپنے عمل سے ثابت کرنا ہو گا کہ ہماری مساجد امن کا نشان ہیں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے قریب لانے کی ضامن ہیں۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 350)

اپنے جائزے لیں کہ جھوٹی انا میں مبتلاء تو نہیں

بعض چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جو جھوٹی انا کے شیطانی چکر میں انسان کو پھنسا دیتی ہیں۔ اور بغیر دیکھے سوچے بدظنیوں پر بنیاد کرتے ہوئے ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشیوں اور سخت کلمات تک جا پہنچتی ہیں۔ ہر احمدی کو یہ سوچنا چاہئے کہ اس نے زمانے کے امام کو مان کر جو عہد کیا ہے کہیں وہ ان باتوں کے کرنے سے یا صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے سے یا بدظنیوں کی وجہ سے یا دوسرے کو حقیر سمجھنے سے اور تکبر کی وجہ سے وہ اس عہد کو توڑنے والا تو نہیں بن رہا۔ پس جب آپ اس سوچ کے ساتھ اپنے جائزے لے رہے ہوں گے، ہر کوئی اپنا جائزہ لے رہا ہو گا تو جہاں آپ اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندوں میں شمار ہو رہے ہوں گے وہاں محبتوں کی خوشبو بھی فضا میں بکھیر رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ایسے عملوں کی توفیق دے۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 352)

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی تعویذ کا کام دیگی

بعض لوگ آتے ہیں کہ ہمیں کوئی خاص دعا بتائیں یا کوئی وظیفہ بتائیں جس سے ہماری مشکلات دور ہو جائیں۔ یہ باتیں بعض احمدیوں میں صرف اس لئے رائج ہیں کہ وہ بھی اس معاشرے کا حصہ ہیں اور پوری طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو تعلیم ہے اس کا علم نہ ہونے کی وجہ سے یا توجہ نہ دینے کی وجہ سے بعضوں میں فہم اور ادراک نہیں رہتا یا بعض نئے احمدی ہوئے ہوتے ہیں ان میں بھی یہ باتیں ہوتی ہیں۔ اس معاشرے کے زیر اثر آجاتے ہیں، ورنہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کے بعد صحیح طور پر اس تعلیم پر عمل کرنے والے بن جائیں تو یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی جو ادائیگی ہے وہی ان کے لئے تعویذ کا کام دے گی۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو بظاہر کہنے میں بہت چھوٹی ہے، جب حقوق اللہ ادا کرنے کی کوشش کریں اور باریکی میں جا کر حقوق العباد ادا کرنے کی کوشش کریں، اپنے نفس کا جائزہ لیتے رہیں تو تب پتہ لگے گا کہ یہ چھوٹی باتیں نہیں، بہت بڑی باتیں ہیں۔ عبادتوں کا حق ادا کرنے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی نظر حاصل کرنے والے ہو جائیں گے۔ اور بندوں کے حق ادا کرنے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے والے ہو جائیں گے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل ہو جائے تو پھر وہ کون سی چیز رہ جاتی ہے جس کا انہیں ورد کرنے کی ضرورت ہو۔ وہ کون سا تعویذ ہے پھر جس کی انہیں ضرورت ہو۔ پس اعلیٰ اخلاق کے نمونے دکھائیں اپنی عبادتوں کے معیار بڑھائیں۔ اور جب یہ حاصل کر لیں گے تو اللہ کے پیاروں میں شمار ہوں گے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے پیاروں میں شمار ہوں گے تو اس کے فضلوں سے حصہ پانے والے ہوں گے اور وہ اپنی قدرت کے نظارے دکھائے گا۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 364)

آسودگیاں برائیوں کی طرف نہ لے جانے والی ہوں

اللہ تعالیٰ نے جو یہ آپ پر فضل فرمائے ہیں ان کا اظہار نیک اعمال کی صورت میں کریں۔ بعض دفعہ آسودگیاں برائیوں کی طرف لے جاتی ہیں۔ ان سے بچیں اور تقویٰ پر قائم ہوں۔ ان کے اظہار اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے کی صورت میں کریں۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی صورت میں کریں۔ اپنی گزشتہ حالت پر بھی نظر رکھیں اور اپنے موجودہ حالات کو بھی دیکھیں۔ بہت سے ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان ملکوں میں بلا کر مالی لحاظ سے پہلی حالت سے سینکڑوں گنا بڑھا دیا ہے، بہتر حالت میں کر دیا ہے۔ یہ اپنے جائزے آپ کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے اور اس کا شکر ادا کرنے والے بنائیں گے۔ جب آپ اپنا اس نظر سے جائزہ لے رہے ہوں گے اور جب آپ شکر کریں گے، تقویٰ پر قدم مارنے

والے ہوں گے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق اپنے فضلوں کی بارش کو مزید بڑھاتا چلا جائے گا

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 366)

جائزے لیں کہ کیا ہم محبت اور بھائی چارے کے معیار قائم کر رہے ہیں

ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا یہ نمونے ہم اپنے اندر قائم کر رہے ہیں یا قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ کیا ہم نے آپس میں محبت اور بھائی چارے کے وہ معیار قائم کر لئے ہیں جن کی توقع ہم سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے؟ کیا ہم نے اپنے اندر عاجزی کے اعلیٰ معیار قائم کر لئے ہیں؟ کیا ہمارے اندر وہ روح پیدا ہو چکی ہے جب ہم کہہ سکیں کہ ہم اپنی ضرورتوں کو اپنے بھائی کی ضرورتوں پر قربان کر سکتے ہیں؟ کیا ہمارے اندر اتنی عاجزی اور انکساری پیدا ہو گئی ہے کہ ہم اپنے آپ کو سب سے کم تر سمجھیں اور جہاں خدمت کا موقع ملے اس سے کبھی گریز نہ کریں؟ کیا ہم نے سچائی کے وہ معیار حاصل کر لئے ہیں جب ہم کہہ سکیں کہ اگر ہمیں اپنے عزیزوں کے خلاف یا اپنے خلاف بھی گواہی دینی پڑی تو دیں گے اور سچ کے قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہیں گے؟ کیا ہم دینی ضروریات کے لئے ہر وقت تیار ہیں؟ یا صرف دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا نعرہ ہی ہے جو ہم لگا رہے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ کیا کہیں یہ تو نہیں کہ دعویٰ تو ہم یہ کر رہے ہوں کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مَیں کسی کو دوست بناؤں اور چھوٹے چھوٹے بت مَیں نے اپنے دل میں بسائے ہوں، پانچ وقت نمازوں میں سستی دکھائی جا رہی ہو۔ اور یہ سستی اکثر مَیں نے دیکھا ہے، دکھائی جاتی ہے۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 372)

دوسروں کے حقوق ادا کرنے کا جائزہ لیں

یہ ہو نہیں سکتا کہ انسان خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے والا ہو، نمازوں کی ادائیگی کرنے والا ہو اور پھر یہ بھی ہو ساتھ کہ بندوں کے حقوق مارنے والا بھی ہو۔ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ یہ بات تو اللہ تعالیٰ کے اس دعویٰ کے خلاف ہے۔ اگر بظاہر بعض نمازی ایسے نظر آتے ہیں جو نمازیں پڑھ رہے ہوتے ہیں لیکن لوگوں کے حقوق بھی غصب کرنے والے ہوتے ہیں، حقوق مارنے والے ہوتے ہیں تو وہ ان نمازیوں میں شامل نہیں ہیں جو خالص ہو کر اللہ کو پکارتے ہیں۔ بلکہ وہ تو اس زمرے میں شامل ہو جائیں گے جن کے بارے میں فرمایا کہ فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ (الماعون:5) ہلاکت ہے ایسے نمازیوں کے لئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں تو نمازیوں کو جو نماز کا حق ادا کرنے والے ہیں، نیکیوں پر چلاتا ہوں۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو اس فکر کے ساتھ اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہئے اور ہمیشہ دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ دیتے رہنا چاہئے۔ اس کوشش میں رہنا چاہئے کہ آپس میں محبت اور اخوت کی فضا پیدا ہو، بھائی چارے کی فضا پیدا ہو۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 377)

احمدی کی دنیاداری بھی دین کی خاطر ہونی چاہئے

ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہئے اور یہ ماحول تو یہاں

میسر آ گیا ہے کہ ان تین دنوں میں دنیاداری سے ہٹ کر خالص اللہ کے ہوتے ہوئے اس کے حضور جھکتے ہوئے، اس سے مدد مانگتے ہوئے، اس غرض کو پورا کرنے کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی محبت، سب محبتوں پر غالب آ جائے۔ اور یہ محبت اس وقت تک غالب نہیں ہو سکتی جب تک دنیا کی محبت ٹھنڈی نہ ہو جائے۔ اگر نمازیں پڑھ رہے ہیں اور اس طرح جلدی جلدی پڑھ رہے ہیں کہ دنیا کے کام کا حرج نہ ہو جائے تو یہ تو انقطاع نہیں ہے۔ یہ تو دنیا سے تعلق توڑنے والی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیاوی کاموں کو جائز قرار دیتا ہے بلکہ یہ بھی ناشکری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کام کے جو موقعے دیئے ہیں ان سے پورا فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ لیکن اگر یہ کام، یہ کاروبار، یہ جائیدادیں خدا تعالیٰ سے دور لے جانے والی ہیں تو پھر ایسے کام بھی، ایسی ملازمتیں بھی، ایسے کاروبار بھی ایسی جائیدادیں بھی پھینک دینے کے لائق ہیں۔ اگر ملازمتوں میں، کاروباروں میں خدا تعالیٰ کو بھلا کر دھوکے اور فراڈ کئے جا رہے ہیں تو ایسے کاروبار اور ایسی ملازمتوں پر لعنت ہے۔ لیکن اگر یہی کام، یہی کاروبار، یہی جائیدادیں اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کا باعث بن رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے کا باعث بن رہی ہیں تو یہی چیزیں ہیں جو بندے کو خدا تعالیٰ کے سایہ رحمت میں رکھ رہی ہیں اور سایہ رحمت میں رکھنے کے قابل بنا رہی ہیں۔ پس احمدی کی دنیاداری بھی دین کی خاطر ہونی چاہئے۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 384)

خلافت سے مضبوط تعلق نماز میں باقاعدگی اختیار کرنے والوں کا ہے

اللہ تعالیٰ نے خلافت کے انعام سے فیض پانے والے ان لوگوں کو قرار دیا ہے جو نیک اعمال بھی بجا لانے والے ہوں۔ پس خلافت سے تعلق مشروط ہے نیک اعمال کے ساتھ۔ خلافت احمدیہ نے تو ان شاء اللہ تعالیٰ قائم رہنا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ لیکن نظام خلافت سے تعلق انہیں لوگوں کا ہو گا جو تقویٰ پر چلنے والے اور نیک اعمال بجا لانے والے ہوں گے۔ اگر جائزہ لیں تو آپ کو نظر آ جائے گا کہ جن گھروں میں نمازوں میں بے قاعدگی نہیں ہے، ان کا نظام سے تعلق بھی زیادہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے والے ہیں ان کا خلافت اور نظام سے تعلق بھی زیادہ ہے۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 394)

خلافت اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے سب سے بڑا فضل ہے

دنیا کی خاطر جو ایک دوسرے پر ظلم ہو رہے ہیں ان سے بچیں۔ راستبازی اور پاکیزگی میں ترقی اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا ذریعہ ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے کا ذریعہ ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل سمیٹنے والے ہوں گے تو اس کے فضلوں میں سے ایک بہت بڑا فضل اور انعام جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر خلافت کی صورت میں جاری فرمایا ہے اس سے بھی حصہ پانے والے ہوں گے۔ اور اگر دعوے تو خلافت احمدیہ کو قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی کے ہوں اور عمل یہ کہ کسی طرح خلیفہ وقت کو باتوں ہی باتوں میں دھوکا دیا جائے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اپنا قانون استعمال کرتا ہے۔ اور ظالم اپنے ظلموں کی وجہ سے دنیاداروں سے تو بچ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مخلوق جس کا علم محدود ہے اس سے تو بچ سکتا ہے، لیکن خدا تعالیٰ سے نہیں۔ پس ہر ایک کو اپنا اس لحاظ سے بھی جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 397)

امانت نام ہے تمام طاقتوں کا برمحل استعمال

امانت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تمام طاقتوں کا اس کے موقع پر اور صحیح محل پر استعمال ہو اور اظہار ہو۔ اور اس کی سب سے اعلیٰ صورت یہ ہے کہ یہ تمام طاقتیں اور صلاحیتیں جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم کے مطابق خرچ کیا جائے۔ جس میں خدا تعالیٰ کے حقوق بھی ادا ہوتے ہوں اور خدا تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق بھی ادا ہوتے ہوں۔ اور پھر یہی نہیں بلکہ زندگی کا ہر لمحہ اسی سوچ اور فکر میں گزرے کہ یہ حقوق ادا کرنے ہیں اور اپنی تمام طاقتیں اور صلاحیتیں اس کی تعلیم کے مطابق خرچ کرنی ہیں۔ تبھی کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے اپنی امانتوں کو اور عہدوں کو صحیح طور پر نبھایا اور ان کا حق ادا کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ جب ہم آنحضرت ﷺ کی زندگی کا جائزہ لیں تو ان تمام اخلاق کا اعلیٰ ترین معیار ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ اور یہی اسوۂ حسنہ ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ اس کی پیروی سے ہمیں بھی خدا تعالیٰ کا قرب مل سکتا ہے۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 427)

عرش سے ہمارا تعلق ہو

اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان توقعات پر پورا اترنے والے ہوں۔ اَبْنَاءُ السَّمَاء بننے والے ہوں نہ کہ اَبْنَاءُ الْاَرْض۔ عرش سے ہمارا تعلق ہو۔ عرش سے تعلق جوڑنے والے ہوں نہ کہ دنیا داری میں پڑ کر جھوٹی اناؤں کی نظر ہو کر دنیا کے بندے بن جائیں۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا تھا، ہر ایک اپنا اپنا جائزہ لے کہ کس حد تک ہم ان برائیوں سے بچنے والے ہیں یا بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل مانگتے ہوئے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو زمانے کے امام کی جماعت سے چمٹائے رکھیں کہ اِس میں ہی ہماری بقا ہے۔ اِس میں ہی ہماری بھلائی ہے۔ اِسی سے ہمیں دنیا و آخرت کے فائدے حاصل ہونے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 545)

جائزے لیں کہ گزشتہ رمضان میں جو منزلیں حاصل ہوئی تھیں وہ قائم ہیں؟

اس رمضان میں یہ جائزہ لینا چاہئے کہ گزشتہ رمضان میں جو منزلیں حاصل ہوئی تھیں کیا ان پر ہم قائم ہیں۔ کہیں اس سے بھٹک تو نہیں گئے۔ اگر بھٹک گئے تو رمضان نے ہمیں کیا فائدہ دیا۔ اور یہ رمضان بھی اور آئندہ آنے والے رمضان بھی ہمیں کیا فائدہ دے سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ اگر یہ فرض روزے رکھو گے تو تقویٰ پر چلنے والے ہو گے، نیکیاں اختیار کرنے والے ہو گے، اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے ہو گے۔ لیکن یہ کیا ہے کہ ہمارے اندر تو ایسی کوئی تبدیلی نہیں آئی جس سے ہم کہہ سکیں کہ ہمارے اندر تقویٰ پیدا ہو گیا ہے۔ یہ بات تو سو فیصد درست ہے کہ خدا تعالیٰ کی بات کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔ بندہ جھوٹا ہو سکتا ہے اور ہے۔ پس یہ بات یقینی ہے کہ ہمارے اندر ہی کمزوریاں اور کمیاں ہیں یا تو پہلے رمضان جتنے بھی گزرے ان سے ہم نے فائدہ نہیں اٹھایا، یا وقتی فائدہ اٹھایا اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ اسی جگہ پر پہنچ گئے جہاں سے چلے تھے۔ حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ تقویٰ کا جو معیار گزشتہ رمضان میں حاصل کیا تھا، یہ رمضان جو اَب آیا ہے، یہ ہمیں نیکیوں میں بڑھنے اور تقویٰ حاصل کرنے کے اگلے درجے دکھاتا۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 594)

دوسرے کی آنکھ کے تنکے تلاش نہ کرو

میں حیران ہوتا ہوں بعض دفعہ یہ سن کر، بعض لوگ بتاتے بھی ہیں اور لکھ کر بھی بھیجتے ہیں کہ آپ کے فلاں خطبے پر مجھ سے فلاں شخص نے کہا یہ تمہارے بارے میں خطبہ آیا ہے اس لئے اپنی اصلاح کر لو۔ حالانکہ چاہئے تو یہ کہ ہر ایک اپنا اپنا جائزہ لے اور دوسرے کی آنکھ کے تنکے تلاش نہ کرے۔ تو جب روزوں میں اس طرح اپنے جائزے لے رہے ہوں گے، کان، آنکھ، زبان، ہاتھ سے دوسرے کو نہ صرف محفوظ رکھ رہے ہوں گے بلکہ اس کی مدد کر رہے ہوں گے تو پھر روزے تقویٰ میں بڑھانے والے ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بے انتہا اجر پانے والے ہوں گے۔ پس اس لحاظ سے بھی ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہئے۔ اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 601)

اپنی صبحوں اور شاموں سے گواہی لو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: ’’ہمیں اس طرح جائزہ لینا چاہئے کہ ہماری صُبحیں اور ہماری راتیں ہماری نیکیوں کی گواہ ہونی چاہئیں‘‘۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ: ’’چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا‘‘۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12)

پس جب ہم اس طرح اپنی صبحوں اور شاموں سے گواہی مانگ رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل کر رہے ہوں گے۔ ہمارے گزشتہ گناہ بھی معاف ہو رہے ہوں گے۔ اور آئندہ تقویٰ پر قائم رہنے اور مزید نیکیاں کرنے کی توفیق بھی مل رہی ہو گی۔ ورنہ ہمارے روزے بھوک اور پیاس برداشت کرنے کے علاوہ کچھ نہیں۔

(خطبات مسرور جلد3 صفحہ 602)

دعاؤں کی قبولیت کے لئے قرآن کریم کا پڑھنا ضروری ہے

دعاؤں کی قبولیت کے لئے بھی قرآن کریم کا سیکھنا، پڑھنا، یاد کرنا ضروری ہے۔ اللہ کرے کہ ہم نے رمضان کے گزشتہ دنوں میں، آج 17 روزے گزر گئے ہیں، قرآن کریم کے پڑھنے سے جو فیض پایا ہے اس سے بڑھ کر رمضان کے جو بقیہ دن تھوڑے سے رہ گئے ہیں ان دنوں میں یہ فیض حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کو پڑھیں، سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔ اور یہ تبھی ممکن ہے جب ہم روزانہ اپنا جائزہ لیں اور لیتے رہیں کہ ہر روز ہم نے اس سلسلے میں کیا ترقی کی ہے۔ اور پھر یہ بھی ارادہ کریں کہ رمضان کے آخری دنوں تک جو ہم نے قرآن کریم سے حاصل کیا ہے اس کو اب باقاعدہ اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہے۔ یہ تلاوت کی عادت جو ہمیں رمضان میں پڑ گئی ہے اس کو رمضان کے بعد بھی جاری رکھنا ہے۔ اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش ہم نے رمضان کے بعد عام دنوں میں بھی کرنی ہے۔ اپنے گھروں کی بھی نگرانی کرنی ہے کہ ہمارے بیوی بچے بھی اس طرح عمل کر رہے ہیں یا نہیں۔ وہ بھی تلاوت کر رہے ہیں یا نہیں جس طرح آج کل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے کہ ہم قرآن کریم کی برکات سے فیض پانے والے ہوں اور ہمیشہ فیض پاتے چلے جائیں۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 637)

بندے کے ساتھ خدا تعالیٰ کا معاملہ دوستانہ ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ بندے کا خدا تعالیٰ کے ساتھ دوست کا معاملہ ہے۔ پس اصل اور پائیدار اور ہمیشہ رہنے والی دوستی کے لئے دوست کی باتیں بھی ماننی پڑتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری بات پر لبیک کہو۔ جو میں کہتا ہوں اسے مانو تو پھر یہ ہماری دوستی پکی ہو گی۔ اس لئے پہلا حکم جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے یہی اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔ صرف رمضان کے تیس دن عبادتوں کے لئے نہیں ہیں بلکہ فرمایا کہ میرا حکم یہ ہے کہ مستقل عبادت کرو۔ روزانہ کی پانچ نمازیں باجماعت ادا کرو جو فرض کی گئی ہیں۔ مردوں کے لئے یہی حکم ہے کہ مسجد میں جا کے ادا کریں یا جہاں بھی سنٹر ہے وہاں جا کے ادا کریں، عورتوں کے لئے حکم ہے کہ گھروں میں پانچ نمازیں پڑھیں، وقت پر نمازیں ادا کریں۔ اپنی نمازوں کی خاطر دوسری مصروفیات کو کم کریں۔ جس طرح آج کل رمضان میں ہر ایک کوشش کر کے نمازوں کی طرف توجہ دے رہا ہوتا ہے، قرآن پڑھنے کی طرف توجہ دے رہا ہوتا ہے۔ تو اس طرح رمضان کے بعد بھی وقت پر پانچوں نمازیں ادا کرو۔ کوئی دوستی اللہ تعالیٰ کی دوستی سے بڑھ کر نہ ہو۔ اس ذات پر ایسا ایمان ہو جو کسی اور پر نہ ہو اور ہمیشہ اسی کو مدد کے لئے پکارو۔ یہ نہ ہو کہ بعض دفعہ بعض معاملات میں مدد کے لئے تم غیر اللہ کی طرف جھک جاؤ، ان سے مدد مانگنے لگو۔ اگر یہ صورت ہو گی تو یہ کمزور ایمانی حالت ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنی ایمانی حالت کو بڑھاؤ۔ میرے پر پختہ اور کامل یقین رکھو۔ ہم کہہ تو دیتے ہیں کہ ہمیں خدا پر بڑا پکا ایمان ہے لیکن بعض دفعہ ایسے عمل سرزد ہو جاتے ہیں جو ہمارے دعوے کی نفی کر رہے ہوتے ہیں۔ ایمان کی تعریف یہ ہے کہ حق کی یا سچائی کی تصدیق کر کے اس کا فرمانبردار ہو جائے۔ اب ہر ایک اپنا جائزہ لے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کے بعد، یہ تصدیق کرنے کے بعد کہ آپؑ خدا کے مسیح ہیں اور حق پر ہیں اس حد تک ہم نے آپؑ کی باتوں کی فرمانبرداری کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے کے لئے آپؑ نے جن شرائط پر ہم سے بیعت لی ہے اس تعلیم پر کس حد تک ہم عمل کر رہے ہیں۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 642)

جائزے لیں کہ کیا ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھ رہے ہیں

ہم اپنے اس عہد پر قائم رہیں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اور دعا کے ساتھ ساتھ جب ہم اپنا جائزہ لیں گے کہ کیا ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھ رہے ہیں تو پھر ہمیں مزید اصلاح کی طرف توجہ پیدا ہو گی، مزید توبہ کرنے کی توفیق ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق ملے گی۔ نیک اعمال بجالانے کی توفیق ملے گی۔ اور جب اس طرح ہو رہا ہو گا تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق ہماری توبہ قبول کرتے ہوئے ہماری طرف متوجہ ہو گا، مزید نیکیوں کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے۔ پس یہ برکت اسی وقت پڑے گی جب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے سب کام ہو رہے ہوں گے۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 645)

غلطیوں کو نہ دہراؤ

ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہم برائیاں کرنے کے بعد، کسی غلطی کے سرزد ہونے کے بعد اس درد کے ساتھ توبہ و استغفار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں؟ استغفار کے ساتھ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کے مضمون کو بھی سامنے رکھتے ہیں؟ کمزوری سے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اس سوچ کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر اس سے گناہوں اور غلطیوں کی معافی مانگ رہے ہیں؟ اور پھر اس کے ساتھ اس عہد پر قائم ہونے کی کوشش کرتے ہیں کہ جیسے بھی حالات ہو جائیں یہ غلطیاں نہیں دوہرائیں گے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اگر آگ میں بھی ڈالا جائے تب بھی وہ بدی نہیں کرے گا۔ لیکن آگ میں ڈالنا تو علیحدہ بات ہے۔ معمولی سا دنیاوی لالچ یا ذاتی مفاد بھی بعض لوگوں کو وہی غلطیاں کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 726)

(باقی آئندہ ہفتہ ان شاءاللہ)

م م محمود

سو سال قبل کا الفضل

ایک نئے سلسلہ کا آغاز

قارئینِ کرام! سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے روزنامہ الفضل کے اجراء کو سو سال ہونے پر فرمایا تھا کہ ’’الفضل تاریخ احمدیت کا بنیادی ماخذ ہے۔اب تو بہت سے ممالک سے جماعت کے رسائل و جرائد شائع ہوتے ہیں لیکن ماضی میں الفضل ہی تھا جس نے جماعتی ریکارڈ اور تاریخ جمع کرنے میں بڑا کلیدی کردار ادا کیا ہے۔‘‘

(صدسالہ سوینئر کے لیے خصوصی پیغام، روزنامہ الفضل صدسالہ جوبلی نمبر 2013ء)

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد کے مطابق جہاں الفضل سلسلہ کی تاریخ کو محفوظ کرنے کے فریضہ کو انجام دینے کی توفیق پا رہا ہے وہیں دنیا کے جملہ اخبارات سے اس کی یوں بھی انفرادیت ہے کہ یہ وہ واحد اخبار ہے جو کبھی بھی پرانا نہیں ہوتا۔الفضل حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں لگایا وہ پودا ہے جس کی آبیاری آپ کے بعد منصب خلافت پر متمکن ہونے والے خلفائے کرام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کی۔اس پودے میں کھلے پھول آج بھی اور آئندہ بھی ہمیشہ تروتازہ رہیں گے اور سدا ان کی خوشبو مہکاتی رہے گی۔

چنانچہ تاریخ سلسلہ سے متعارف کروانے اور ماضی کے ان گل ہائے الفضل سے قارئین کو معطر کرنے کے لیے آج سے ایک نئے سلسلہ کا آغاز کیا جا رہا ہے جو ’’سو سال قبل‘‘ کے عنوان سے شائع ہوا کرے گا۔اس عنوان کے تحت قارئین کو سو سال قبل کے الفضل کا مختصر اًتعارف کروایا جائے گا۔آج اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔مختصر سے تعارف کے بعد آخر پر link دیا گیا ہے تا اگر کوئی قاری پوری اخبار کا مطالعہ کرنا چاہے تو کر سکے۔1922ء میں ان دنوں الفضل سوموار اور جمعرات کو شائع ہوتا تھا۔

28/اگست 1922ء یومِ دوشنبہ

مطابق 4 محرم الحرام 1341 ہجری

صفحہ اول پر مدینۃ المسیح (قادیان) کی خبروں میں اول الذکر حضرت مصلح موعودؓ کی مصروفیات سے متعلق خبر یہ شائع ہوئی کہ ’’حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں 23 تاریخ سے حضور نے دو وقت درس دینا شروع فرمایا ہے۔یعنی صبح ساڑھے سات سے ساڑھے گیارہ بجے تک اور پھر عصر کے بعد مغرب تک۔24 اگست ساتواں پارہ ختم ہوا اور آٹھواں شروع ہوگیا ہے۔بیرونی احباب کو جوں جوں موقع مل رہا ہے شمولیت اختیار کر رہے ہیں۔‘‘

صفحہ اول و دوم پر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی شکاگو سے مرسلہ، امریکہ میں تبلیغ سے متعلق رپورٹ شائع ہوئی ہے جس میں آپ نے تبلیغی مساعی میں تین لیکچرز کا ذکر کیا ہے نیز چھ، نومسلم افراد کے مع اسماء قبولیتِ اسلام کا ذکر کیا ہے۔

صفحہ 3 تا 6 پر ’’چند اعتراضات کے جواب فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ‘‘ کے عنوان سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے وہ ارشادات شائع ہوئے ہیں جو آپ نے ایک خط کے جواب میں حضرت مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے (مولانا عبدالرحیم درد) کو جواباً تحریر فرمائے۔یہ جواب درج ذیل سوالات کے جوابات پر مشتمل تھے۔

1: ہمارے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت عیسیٰؑ کو کیوں ترجیح دیتے ہیں۔کیا حضرت عیسیٰؑ مجسم خدا تھے؟

2: قرآنِ پاک پر زبردست حملے کیوں کیے جاتے ہیں۔کیا قرآن شریف میں سب جھوٹی اور لغو حکایات ہیں جن کا کہیں بھی کسی پرانی تاریخ یا مذہبی کتاب میں ذکر نہیں۔کیا قرآنِ کریم خدا کا کلام نہیں ہے؟

3: توریت میں حضرت اسماعیلؑ کی نسبت قربانی کا ذکر نہیں ہے بلکہ حضرت اسحاقؑ کا ہے۔اور قرآن میں حضرت اسماعیلؑ کا یہ اختلاف کیوں ہے۔کس کو غلط ثابت کریں جبکہ توریت ایک قدیمی کتاب ہے؟

4: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری خاطر سب کچھ پیدا ہوا ہے۔مگر ہم انجیل میں بھی یہی دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے بھی یہی کہا

THE ALFAZL QADIAN

الفضل

ہے کہ میں ازل سے ہوں اور ابدالآباد تک رہوں گا اور میری خاطر سب کچھ بھی ہوا ہے۔

5: کیا آپ کے پاس شق القمر سے متعلق کوئی تاریخی ثبوت ہے؟

6: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ توریت موسیٰؑ کو، زبور داؤدؑ کو اور انجیل عیسیٰؑ کو ملی۔مگر ہم اس کے خلاف دیکھتے ہیں کہ انجیل حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے کے بعد ان کے شاگردوں نے لکھی ہے۔کیا یہ وہی انجیل ہے اگر وہ نہیں ہے تو اصل کہاں ہے اور یہ بھی ناممکن ہے کہ یہ جھوٹی انجیل ہو جبکہ بہت سی باتیں کلام پاک سے ملتی ہیں۔آخر یہ راز کیا ہے۔کیا رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو غلطی ہوئی؟

7: معراج شریف کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے اور حور و غلماں کہاں تک سچ ہیں؟

8: کتاب sources of Islam جو عیسائیوں نے بنائی ہے۔کیا اس کی تردید آپ کر سکتے ہیں؟

صفحہ نمبر 6 پر خواجہ حسن نظامی صاحب کی قادیان دارالامان سے متعلق ہرزہ سرائی کا ذکر ہے اور اس پر مختصر تبصرہ کیا گیا ہے۔

صفحہ نمبر 7 و 8 پر 18 اگست 1922ء کے خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا خلاصہ تحریر ہے۔

صفحہ نمبر 11 و 12 پر ہندوستان و غیر ممالک کی خبروں کا ذکر ہے۔

مذکورہ اخبار کے مفصل ملاحظہ کے لیے درج ذیل لنک ملاحظہ فرمائیں۔

https://www.alislam.org/alfazl/rabwah/A19220828.pdf

بقیہ: 19واں جلسہ سالانہ......از صفحہ 14

بعد جلسہ سالانہ کا پہلا سیشن کی کارروائی ہوئی۔پہلے سیشن میں کل 6 تقاریر ہوئیں 3 اردو میں اور 3 تھائی زبان میں اور 3 نظمیں بھی رکھی گئیں تھی۔

جلسہ سالانہ میں کل 3 سیشنز ہوئے، پہلے سیشن میں تھائی اور اردو زبانوں میں تقاریر کی گئیں۔

جلسہ کے دوسرے سیشن میں تمام تقاریر اردو زبان میں تھیں۔

تیسرے سیشن سے پہلے مردوں کا چائے کا وقفہ رکھا گیا تھا جس وقت لجنہ کا اپنا سیشن شروع ہوا۔

چونکہ یہ ایک ہال تھا، اس بار مردوں کو ان کے پروگرام کے وقت چائے کا وقفہ دیا گیا۔تا کہ اس دوران خواتین اپنے پروگرام کرسکیں۔اس دوران مردوں کے جلسہ گاہ کی جانب مکمل خاموشی رہی تا کہ خواتین کے پروگرام میں خلل نہ پڑے۔خواتین کے جلسہ پروگرام کا وقت PM 15:15 سے PM 16:35 تک تھا۔

خواتین کا اجلاس ختم ہونے کے بعد مردوں کے جلسہ گاہ کی جانب سے جلسہ کی کارروائی دوبارہ شروع ہوگئی تھی۔

تیسری نشست میں 19ویں جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ تھائی لینڈ کی رپورٹ کے علاوہ تلاوت، نظم اور اطفال ترانہ اور مہمانوں کے تجربات، دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔اختتام پر جماعت احمدیہ تھائی لینڈ کے قومی صدر و مبلغ انچارج صاحب نے دعا کروائی۔

مہمان اور معززین جماعت سے محبت اور وقار کے مساوی جذبے کے ساتھ شریک ہوئے۔

انتظامی طور پر مرد اور خواتین کی جانب سے جلسہ سالانہ کے 11 شعبے ہیں جن میں اس سال رضا کاروں کی کل تعداد 55 سے زائد تھی۔ان میں سے کچھ نے جلسہ سے تقریباً ایک دن پہلے اپنی ڈیوٹیاں شروع کر دی تھیں اور وائنڈ اپ ٹیم نے جلسہ کے دو گھنٹے بعد اپنی ڈیوٹی مکمل کی۔شرکاء کی کل تعداد 195 تھی۔مردوں کی 122 اور خواتین کی 73۔

اس سال الحمدللہ تمام پروگرام یوٹیوب پر لائیو سٹریمنگ کے ساتھ براہ راست نشر کیے گئے جماعت کے وہ ممبران جو جلسہ پر حاضر نہیں ہو سکے تھے وہ جلسہ کی تمام کارروائی براہ راست دیکھ سکتے تھے۔

لائیو سٹریمنگ کے تمام انتظامات جماعت کے رضا کار کرتے ہیں۔

رجسٹریشن سیکشن واک تھروگیٹس اور کارڈ دیکھنے والی ٹیموں نے مل کر آسانی سے کام مکمل کیا۔سب کچھ سیکورٹی اور خدمت خلق کے ساتھ بہت اچھا تعاون رہا۔

الحمدللہ اس سال اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں کی بارش سال بہ سال سے زیادہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو جلسہ کے شرکاء کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا حصہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔اللہ ہمیں اسلام کے بارے میں فہم کو مضبوط کرے اور ہمیں اسلام کی صحیح تعلیم کو دنیا تک پہنچانے کی توفیق دے اور ساتھ ہی ساتھ خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مددگار بنیں۔آمین

جلسہ کے تمام پروگرام اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور مدد میں بخوبی تکمیل کو پہنچے۔

ابو نائل

نظام عدل کے بارے میں اسلامی تعلیمات

پاکستان میں اداروں کا تصادم اور اس کا پس منظر

گذشتہ کئی دہائیوں سے پاکستان میں المیوں اور بحرانوں کا ایک سلسلہ جاری ہے۔ اس عرصہ میں اقتصادی بد حالی کے علاوہ پاکستان کے مختلف علاقوں میں سیاسی تصادم، خانہ جنگی اور قتل و غارت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ ہر ریاست کے تین ستون ہوتے ہیں یعنی انتظامیہ جو ملک کا انتظام چلاتی ہے اور مقننہ جو کہ قانون سازی کرتی ہے یعنی قانون ساز اسمبلیاں اور عدلیہ جو کہ مقدمات کا فیصلہ کرتی ہے۔ ایک طویل عرصہ سے یہ آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ ریاست کے یہ ادارے اپنی حدود سے تجاوز کر رہے ہیں اور اب گذشتہ کچھ عرصہ سے پاکستان میں ریاست کے یہ مختلف ادارے ایک دوسرے پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اور ریاست کے یہ تینوں ستون ایک دوسرے پر اپنی حدود سے تجاوز کرنے کے الزامات لگا رہے ہیں۔ اور برملا ایک دوسرے کے خلاف یہ اعلانات کئے جا رہے ہیں کہ ہم فلاں ادارے کے اختیارات محدود کر دیں گے۔ اور ایک دوسرے کو نا اہل قرار دینے کی کاوشیں عروج پر ہیں۔ ایک نمایاں صحافی کا تبصرہ تھا کہ آجکل وطن عزیز میں نا اہلیوں کا موسم چل رہا ہے۔ اور اس طرح ریاست کے ستونوں کے درمیان ایک خانہ جنگی کی صورت حال پیدا ہو رہی ہے۔ خاص طور پر عدلیہ اور حکومت ایک دوسرے کے خلاف صف آراء نظر آتے ہیں۔

یہ افسوسناک صورت حال کیوں پیدا ہوئی ؟ اس وقت پورے ملک میں اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور ایک وجہ جس پر سب متفق ہیں یہ بیان کی جا رہی ہے کہ 1973ء کا آئین نافذ ہونے کے بعد مختلف ریاستی ادارے اپنی حدود سے تجاوز کر کے ان امور میں دخل اندازی کرتے رہے ہیں جس کا انہیں کوئی اختیار نہیں تھا اور ایک دوسرے کے خلاف غیر ذمہ دارانہ بیانات نے اس آگ کو اور بھڑکایا۔ جب ریاستی اداروں نے اپنی حدود سے تجاوز کو اپنا معمول بنا لیا تو ان کا باہمی تصادم اس کا ایک قدرتی نتیجہ تھا۔ اس پس منظر میں لازمی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آئین نے تو ہر ادارے کی حدود متعین کی تھیں۔ پھر یہ سلسلہ کب اور کیسے شروع ہوا ؟

اداروں نے اپنی حدود سے تجاوز کب شروع کیا؟

یہ یاد کرانا ضروری ہے کہ جب 1974ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے بزعم خود اس موضوع پر کارروائی شروع کی کہ احمدیوں کے مذہب کا کیا نام ہونا چاہیے؟ یا دوسرے الفاظ میں یہ کہ احمدی مسلمان ہیں کہ نہیں تو پوری قومی اسمبلی پر مشتمل سپیشل کمیٹی میں جماعت احمدیہ کے وفد نے اپنا موقف پیش کرتے ہوئے یہ انتباہ کر دیا تھا کہ کسی بھی سیاسی اسمبلی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی بھی گروہ کے مذہب کا فیصلہ کرے۔ اس انتباہ سے پہلے جماعت احمدیہ کے محضرنامہ میں یہ سوالات اٹھائے گئے تھے:

’’ہم نہایت ادب سے گذارش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ اصولی سوال طے کیا جائے کہ کیا دنیا کی کوئی اسمبلی بھی فی ذاتہ اس بات کی مجاز ہے کہ

اوّل: کسی شخص سے یہ بنیادی حق چھین سکے کہ وہ جس مذہب کی طرف چاہے منسوب ہو؟

دوم: یا مذہبی امور میں دخل اندازی کرتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کرے کہ کسی جماعت یا فرقے یا فرد کا مذہب کیا ہے؟‘‘

(محضرنامہ صفحہ 3)

ان سوالات کا مختصر جائزہ لینے کے بعد جماعت احمدیہ نے اپنا واضح موقف ان الفاظ میں پیش کیا تھا:

’’کوئی قومی اسمبلی اس لئے بھی ایسے سوالات پر بحث کی مجاز قرار نہیں دی جا سکتی کہ کسی بھی قومی اسمبلی کے ممبران کے بارے میں یہ ضمانت نہیں دی جا سکتی کہ وہ مذہبی امور پر فیصلے کے اہل بھی ہیں کہ نہیں ؟۔۔۔ پس ایسی اسمبلی کو یہ حق کیسے حاصل ہوسکتا ہے وہ کسی فرقہ کے متعلق یہ فیصلہ کرے کہ اس کا مذہب کیا ہے؟ یا کسی ایک عقیدہ کے بارے میں یہ فیصلہ کرے کہ فلاں عقیدہ کی رو سے فلاں شخص مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کسی اسمبلی کی اکثریت کو محض اس بناء پر کسی فرقہ یا جماعت کے مذہب کا فیصلہ کرنے کا مجاز قرار دیا جائے کہ وہ ملک کی اکثریت کی نمائندہ ہے تو یہ موقف بھی نہ عقلاً قابل قبول ہے نہ فطرتاً نہ مذہباً-اس قسم کے امور خود جمہوری اصولوں کے مطابق ہی دنیا بھر میں جمہوریت کے دائرہ اختیار سے باہر قرار دیئے جاتے ہیں۔‘‘

(محضرنامہ صفحہ 6)

’’پاکستان کی قومی اسمبلی ایسے معاملات پر غور کرنے اور فیصلہ کرنے سے گریز کرے جن کے متعلق فیصلہ کرنا اور غور کرنا بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے مترادف ہے۔ اقوام متحدہ کے منشور اور پاکستان کے دستور اساسی کے خلاف ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن کریم کی تعلیم اور ارشاد نبوی کے بھی سراسر منافی ہے اور بہت سی خرابیوں اور فساد کو دعوت دینے کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتا ہے۔ مزید برآں پاکستان کی قومی اسمبلی کی قائم کردہ یہ مثال دیگر ممالک میں بسنے والے اقلیتی مذاہب اور فرقوں کے لئے شدید مشکلات کا موجب ہوسکتی ہے۔‘‘

(محضرنامہ صفحہ 10)

کتنا واضح انتباہ ہے کہ پارلیمنٹ یعنی ملک کی مقننہ اپنی حدود اور دائرہ کار سے باہر نکل کر ایسے امور کا فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے جو اس کے دائرہ کار میں نہیں آتے۔ اور اگر اس عمل کو روکا نہیں گیا تو یہ طرز عمل ملک کے اندر اور باہر اَن گنت خرابیوں اور فسادات کو جنم دے گا۔ اُس وقت سے اب تک کی تاریخ گواہ ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہ عمل یہاں پر رکا نہیں بلکہ ریاست کے باقی ستونوں نے بھی جماعت احمدیہ کی مخالفت میں دل کھول کر اپنا حصہ ڈالا۔ انتظامیہ کا فرض تھا کہ ملک میں بنیادی حقوق کی حفاظت کرے لیکن نہ صرف احمدیوں کے بنیادی حقوق کی حفاظت نہیں کی گئی بلکہ خود ایک فریق بن کر احمدیوں پر ہونے والے مظالم میں اپنا حصہ ڈالا۔ پاکستان کی عدالتوں کا فرض تھا کہ وہ تمام پاکستانیوں کو انصاف کی فراہمی یقینی بنائیں لیکن جیسا کہ آخر میں مثال پیش کی جائے گی، نہ صرف احمدیوں کو انصاف نہیں مہیا کیا گیا بلکہ اپنی حدود سے تجاوز کر کے پاکستان کی کئی عدالتوں نے ایسے فیصلے جاری کئے جن میں احمدیوں سے امتیازی سلوک کو اور زیادہ خوفناک بنانے کے لئے تاکید کی گئی تھی۔ اور پھر یہ عمل صرف احمدیوں پر مظالم تک محدود نہیں رہا بلکہ یہ آئینی ادارے اپنے فرائض ادا کرنے میں ناکام رہے اور اپنی حدود سے تجاوز کرتے کرتے ایک دوسرے سے متصادم ہو گئے۔ اور اب اس تصادم کی وجہ سے ایک بار پھر ملک ایک شدید بحران کی زد میں ہے۔

عدل کے بارے میں قرآنی نصائح

چونکہ موجودہ بحران میں عدلیہ کے بعض فیصلے زیر بحث ہیں اور ان فیصلوں پر تنازع اس بحران کی بنیادی وجہ ہے۔ اس لئے مناسب ہوگا اگر قرآن مجید سے راہنمائی حاصل کی جائے۔ مختلف ممالک میں ان کے حالات کے مطابق عدالتوں کے مختلف نظام موجود ہیں یہاں ان پر کوئی تبصرہ کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ جائزہ لیا جا رہا ہے کہ قرآن مجید میں نظام عدل کی روح کے بارے میں کیا ہدایات پائی جاتی ہیں۔

قرآن مجید یہ تاکید کرتا ہے کہ ہر حال میں فیصلہ عدل و انصاف کے مطابق ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا ۙ وَاِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ

(النساء: 59)

ترجمہ: یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے اہل کے سپرد کیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو انصاف کے ساتھ حکومت کرو۔

ایک تو اس آیت کریمہ میں عدل و انصاف سے فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ اس قبل عہدوں کی امانت کو اہل لوگوں کے سپرد کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں کا گہرا تعلق ہے۔ اگر اہلیت اور قابلیت رکھنے والے لوگوں کے سپرد فیصلے کرنے کا کام ہو گا تو ہی انصاف کے ساتھ فیصلے ہوسکیں گے۔

اللہ تعالیٰ صرف انصاف کا ہی حکم نہیں دیتا بلکہ جہاں عدل کا خون نہ ہوتا ہو وہاں عدل سے بڑھ کر احسان کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی

(النحل: 91)

ترجمہ: یقیناً اللہ عدل کا اور احسان کا اور اقرباء پر کی جانے والی عطا کی طرح کی عطا کا حکم دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ میں فرماتا ہے

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰہِ شُہَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ ہُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹﴾

(المائدہ: 9)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو کہ یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ اس سے سب سے زیادہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

ہر عدالتی نظام میں مختلف لوگوں کو گواہی کے لئے یا عدالت کی معاونت کے لئے بلایا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ

وہ بہت احتیاط سے انصاف کی تائید میں گواہ بن جائیں۔ بسا اوقات ایک جج کے ذاتی خیالات ایسے ہوتے ہیں جو کہ اسے کسی ایک گروہ سے ناانصافی پر آمادہ کر سکتے ہیں۔ اس آیت میں اسی طرز سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی طرح بعض مرتبہ گواہی دینے والا یا فیصلہ کرنے والا ایک فریق سے ہمدردی یا تعلق رکھتا ہے اور یہ چیز انصاف سے گواہی دینے یا فیصلہ کرنے کی راہ میں حائل ہوسکتی ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى

(الانعام:153)

ترجمہ: جب بھی تم کوئی بات کرو تو عدل سے کام لو خواہ کوئی قریبی ہی (کیوں نہ) ہو۔

احادیث میں بیان فرمودہ عدالتی فیصلوں کی بنیاد

جب ہم اس موضوع پر احادیث سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کے فیصلے کن بنیادوں پر ہونے چاہئیں اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اس اہم حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے:

”حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے حمص کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن (کا گورنر) بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا ”جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے گا تو تم کیسے فیصلہ کرو گے؟“ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کی کتاب کے موافق فیصلہ کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر اللہ کی کتاب میں تم نہ پاسکو؟“ تو معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کی سنت کے موافق، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر سنت رسول ﷺ اور کتاب اللہ دونوں میں نہ پاسکو تو کیا کرو گے؟“ انہوں نے عرض کیا: پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، اور اس میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کا سینہ تھپتھپایا، نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جو اللہ کے رسول ﷺ کو راضی اور خوش کرتی ہے۔“

(سنن ابی داؤد کتاب الاقضیہ بَابُ اجْتِهَادِ الرَّأْيِ فِي الْقَضَاءِ)

اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں باقاعدہ قضا کا ایک علیحدہ شعبہ قائم ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک قاضی کی ان الفاظ میں راہنمائی فرمائی:

”حضرت شریحؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں مذکور نہ ہو تو پھر صالحین کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر وہ مسئلہ نہ کتاب اللہ میں ہو، نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت میں ہو اور نہ اس کے بارے میں صالح لوگوں سے کوئی فیصلہ منقول ہو تو پھر تیری مرضی ہے، چاہے تو آگے بڑھ (کر جواب دے) اور چاہے تو پیچھے ہٹ جا (خاموشی اختیار کر)۔ اور میرے خیال میں خاموشی ہی تیرے لیے بہتر ہے۔ والسلام علیکم“

(سنن النسائی کِتَابُ آدَابِ الْقُضَاةِ بَابُ ذِكْرِ مَا يَنْبَغِي لِلْحَاكِمِ أَنْ يَجْتَنِبَهُ حکم)

یہاں صرف اسلامی قضاء کی راہنمائی نہیں کی گئی بلکہ اس حدیث میں دنیا کی عام عدالتوں کے لئے بھی ایک بہت اہم راہنمائی موجود ہے۔

اور اس راہنمائی کا پاکستان کے موجودہ بحران سے بھی گہرا تعلق ہے۔ دنیا کی عدالتوں میں تو فیصلے آئین اور قانون کو مدنظر رکھ کر کیے جاتے ہیں اور کتاب اللہ اور سنت کے مطابق نہیں کیے جاتے۔ قانون کی دنیا میں بھی کسی آئین سے استدلال کرنے کے مختلف طریقے رائج ہیں اور اس موضوع پر بہت بحثیں بھی ہوتی ہیں۔ کچھ لوگ Textualist طریق کے قائل ہیں جس میں کوئی فیصلہ کرنے والا صرف یہ دیکھتا ہے کہ آئین کی متعلقہ شق میں کیا الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور ان کا کیا مطلب ہے۔ کچھ قانون دان Originalism کے قائل ہیں اور ان کا نظریہ ہے کہ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آئین کی شق کو منظور کرتے ہوئے آئین سازی کرنے والوں کا منشا کیا تھا؟ اور اس کی روشنی میں کسی شق کی تشریح کی جاتی ہے۔ اور ایک تیسرا گروہ Living Constitution کا قائل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ ایک جج وقت کے تقاضوں کے مطابق آئین کی کسی شق کی مختلف اور آزادانہ تشریح کر سکتا ہے کیونکہ بدلتے ہوئے وقت کے ساتھ کسی شق کے اصل الفاظ پر فیصلہ کرنا ممکن نہیں رہا۔ اس خیالات کے لوگوں کا کہنا ہے کہ آئین ایک زندہ دستاویز ہے۔ ان گزارشات کا مقصد ان نظریات میں سے کسی کو غلط یا صحیح قرار دینا نہیں ہے بلکہ یہ بیان کرنا ہے کہ اس اعتبار سے ماہرین میں یہ مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔

اسلامی قضاء میں قرآن اور سنت کے قوانین کی رو سے فیصلے کئے جاتے ہیں۔ مندرجہ بالا حدیث سے یہ واضح ہے کہ ایک قاضی اجتہاد تو کرسکتا ہے لیکن اگر کسی معاملہ میں قرآن مجید میں واضح فیصلہ موجود ہے تو پھر وہاں صرف اجتہاد کرنے کی بجائے قرآن مجید کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنا ہو گا۔ اور اس کے بعد اس بارے میں اگر سنت رسول ﷺ سے کوئی واضح فیصلہ ثابت ہے تو پھر اسی کے مطابق فیصلہ کرنا ہوگا۔ اجتہاد کا مرحلہ ان کے بعد آئے گا۔ دوسرے الفاظ میں اجتہاد کو اپنی حدود میں رکھا گیا ہے اور اجتہاد کو قرآن و سنت پر فوقیت نہیں دی جا سکتی۔ ایک قاضی یا جج قانون کی تشریح تو کرسکتا ہے، اس قانون کو تبدیل نہیں کرسکتا یا جیسا کہ آج کل اصطلاح استعمال ہو رہی ہے اس قانون یا آئین کی کسی شق کو rewrite نہیں کرسکتا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر کبار صحابہؓ کے بہت سے فیصلوں کی مثالیں موجود تھیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ ہدایت کی تھی کہ قاضی ان فیصلوں کی پیروی کرے۔ موجودہ دور میں بھی سابقہ فیصلوں کی نظائر پیش کی جاتی ہیں انہیں قانون کی زبان میں precedent کہا جاتا ہے۔ قانون کے ماہرین کہتے ہیں کہ ان نظائر کی پیروی سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ جب دو اشخاص مختلف اوقات میں ایک جیسے حالات سے دوچار ہوں تو ان سے ایک جیسا سلوک ہو۔

کچھ مزید روایات درج کی جاتی ہیں جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مقرر کردہ قاضی کو فیصلہ کرنے کے طریق کے بارے میں ہدایات جاری فرمائیں۔

حضرت عمرؓ نے کوفہ کے قاضی کو ارشاد فرمایا:

”دیکھو جو فیصلہ تجھے کتاب اللہ میں واضح نظر آئے اس کے متعلق کسی سے سوال نہ کرو اور جو حکم کتاب اللہ میں واضح نہ ہو اس میں سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرو اور جو حکم سنت رسول اللہ ﷺ سے بھی ظاہر نہ ہو اس میں اپنی رائے کا اجتہاد کرو۔“

فیصلہ کرتے ہوئے مشورہ کی اہمیت

اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ اجتہاد کرتے ہوئے ایک قاضی اہل علم سے مشورہ کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دمشق کے قاضی سے دریافت فرمایا:

”تم کیسے فیصلہ کرتے ہو۔ اس نے کہا کتاب اللہ کے ساتھ۔ پوچھا جب ایسا کوئی قضیہ تمہارے سامنے پیش ہو جو کتاب اللہ میں نہ ہو تو؟ عرض کیا تب میں سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں۔ پوچھا: جب ایسا کوئی قضیہ پیش آ جائے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ظاہر نہ ہو تب؟ تب میں اپنی رائے میں اجتہاد کرتا ہوں اور اپنے ہم نشینوں سے مشاورت کر لیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اس کی تحسین فرمائی کہ تم اچھا کرتے ہو۔“

(ابن جریر)

اسی طرح حضرت علی سے روایت ہے:

”میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر مجھے ایسا کوئی مسئلہ پیش آ جائے جس میں نہ قرآن کا کوئی حکم سامنے ہو اور نہ سنت رسول کا تب آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا تم اہل فقہ اور عبادت گذار مومنوں کے درمیان اس کا مشورہ کرو اور کسی خاص رائے پر فیصلہ نافذ نہ کرو۔“

(الاوسط للطبرانی ابو سعید بن القضاۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی یا جج کو اگر مشورہ کرنے کی ضرورت پڑے تو کسی ایک رائے پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ مشورہ وسیع البنیاد ہونا چاہیے۔ اسی طرح فیصلہ کرتے وقت سلف صالحین کے فیصلوں کی نظائر بھی پیش نظر رکھنی ضروری ہیں۔ جس طرح موجودہ دور میں بعض مرتبہ عدالتیں اپنی معاونت کے لئے یعنی ماہرین یعنی Amicus Curiae کو طلب کرتی ہیں۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت امام وقت کی راہنمائی کی درخواست بھی کی جانی چاہیے۔ حضرت عمر نے ایک قاضی کو تحریر فرمایا:

”اگر کوئی فیصلہ ایسا آ جائے جس کا حکم نہ کتاب اللہ میں ہو نہ سنت رسول ﷺ میں تو جس طرح دوسرے ائمہ ہدایت نے فیصلہ کیا ہو اس طرح فیصلہ کر دو۔ اور اگر کوئی ایسا فیصلہ آ جائے جس کا حکم کتاب اللہ میں ہو نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں اور نہ ہی پہلے واقعات میں ائمہ ہدایت نے ایسا فیصلہ کیا ہو تب تم صاحب اختیار ہو اگر چاہو تو اس معاملہ میں میری رائے طلب کرو اور میں سمجھتا ہوں کہ تمہارا مجھ سے مشورہ کرنا تمہارے لئے بہتر ہو گا۔“

اور ایک اور روایت میں ہے کہ اگر صحیح فیصلہ سمجھنے میں دشواری ہو تو قاضی فیصلے کو موخر بھی کرسکتا ہے۔

(کنزالعمال جلد پنجم ناشر دارالاشاعت ستمبر 2009 صفحہ 395 تا 400)

پاکستان میں آئین کی تشریح پر بحث

جیسا کہ پہلے بھی عرض کی گئی تھی کہ پاکستان میں آج کل چلنے والی بحث میں بہت سی آراء سننے کو اور پڑھنے کو مل رہی ہیں۔ اس مضمون کا مقصد کسی رائے سے اتفاق یا اختلاف کرنا نہیں ہے۔ صرف چند حقائق پیش کئے جائیں گے۔ لیکن پاکستان میں عدلیہ کے بعض فیصلوں کے متعلق کم از کم کئی ماہرین یہ رائے دے رہے ہیں کہ ان فیصلوں میں آئین کی زیر بحث شق کی تشریح

نہیں کی گئی بلکہ ایک طرح سے اسے نئے سرے سے تحریر کر کے تبدیل کر دیا گیا ہے۔ بلکہ خود سپریم کورٹ کے بعض جج صاحبان نے بعض فیصلوں سے اختلاف کرتے ہوئے انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مثال کے طور پر صدر پاکستان کی طرف سے بھجوائے گئے ایک ریفرنس پر سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بنچ نے 17 مئی 2022ء کو ایک فیصلہ جاری کیا۔ دو ججوں نے اکثریتی فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا:

....in our view, would amount to re-writing or reading into the Constitution and will also affect the other provisions of the Constitution, which has not even been asked by the President through this Reference. Therefore, it is not our mandate.

ترجمہ: ہمارے خیال میں یہ آئین کو دوبارہ لکھنے کے مترادف ہوگا۔ اور اس کا اثر آئین کی ان شقوں پر بھی پڑے گا جن کے متعلق صدارتی ریفرنس میں استفسار نہیں کیا گیا۔ اس طرح یہ ہمارے دائرہ کار سے باہر ہے۔

احادیث میں قاضی کو جانبداری سے بچنے کی ہدایت

دنیا میں بھی ایک شکایت عام سننے میں آتی ہے کہ کسی مقدمہ میں جج نے جانبداری سے کام لیا بلکہ یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ فیصلہ سے قبل بھی کسی منصف کا ایک فریق سے سلوک اچھا تھا اور دوسرے فریق سے خراب سلوک کیا جا رہا تھا یا یہ کہ ایک فریق کا موقف تو پوری طرح سنا گیا لیکن دوسرے فریق کا موقف صحیح طرح نہیں سنا گیا۔ اس بارے میں بھی اسلامی تعلیمات کی رو سے ایک منصف کو بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ اس مقصد کے لئے سب سے ضروری ہدایت یہ ہے کہ دونوں فریقوں کا موقف برابر سنا جائے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت فرمائی:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تمہارے پاس دو آدمی فیصلہ کے لیے آئیں تو تم پہلے کے حق میں فیصلہ نہ کرو جب تک کہ دوسرے کی بات نہ سن لو عنقریب تم جان لو گے کہ تم کیسے فیصلہ کرو''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں برابر فیصلے کرتا رہا۔''

(سنن ترمذی۔ کتاب الاحکام عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ باب مَا جَاءَ فِي الْقَاضِي لاَ يَقْضِي بَيْنَ الْخَصْمَيْنِ حَتَّى يَسْمَعَ كَلاَمَهُمَا)

دونوں فریقوں کے بارے میں برابر کا سلوک کرنے کی اتنی تاکید ہے کہ یہاں تک ہدایت دی گئی ہے کہ کسی فریق کی مہمان نوازی نہ کرے جب تک دوسرے فریق کی بھی مہمان نوازی نہ کر لے۔ دونوں کی طرف اشارہ کرنے میں بھی احتیاط کرے۔ اور کسی ایک فریق سے بلند آواز سے بھی نہ بات کرے جب تک کہ دوسرے فریق سے بھی بلند آواز سے نہ بات کر لے۔ اور دونوں کی طرف جس انداز سے دیکھ رہا اس میں بھی برابر کا سلوک کرے۔ اور یہ کہ قاضی کسی ایک فریق کو اپنے قریب کر کے اس کی بات بھی نہ سنے جب تک کہ دوسرا فریق بھی ساتھ نہ ہو۔

(کنزالعمال جلد ششم ناشر دارالاشاعت ستمبر 2009ء صفحہ 473-474)

پاکستان کی عدالتوں پر جانبداری کے الزامات

یہ تو ان احتیاطوں کا بیان ہے جو کہ ایک قاضی یا جج پر کرنا لازمی ہیں تا کہ کسی فریق کے ذہن میں یہ وسوسہ نہ پیدا ہو کہ فیصلہ کرنے والے کا جھکاؤ دوسرے فریق کی طرف ہے۔ پاکستان کی عدالتی تاریخ کا ایک بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ بہت سے ایسے اہم مقدمات میں جن کا ملک کی تاریخ پر بہت اثر پڑا کم از کم ایک فریق کو شروع ہی سے یہ شکوہ تھا کہ اس کے ساتھ ججوں کا رویہ غیر مناسب اور معاندانہ تھا۔ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو صاحب پر اقدام قتل کے مقدمے کے دوران اور بعد میں یہ شکایت بار بار کی گئی کہ ان سے ہائی کورٹ کے ججوں کا رویہ جارحانہ تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے جیل سے جو کتاب If I am Assassinated (اگر مجھے قتل کیا گیا) لکھی اس میں انہوں نے بار بار ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مولوی مشتاق صاحب کے رویہ کی شکایت کی۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا:

the conduct and attitude of the Chief Justice of the Lahore High Court has been a sordid saga. Since the salient excesses and abuses of his position as the Chief Justice of the Lahore High Court form a part of my Memorandum of Appeal in the Supreme Court, I am not going to burden this narration with the story of his unique performance. Not being content with his judgment to hang me by the neck until I die, which words he uttered with such relish, he saw to it that I was transferred to death cell, a humiliation worse than death itself.

(If I am Assassinated , published by Sani H. Panhwar p 60)

ترجمہ: چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کا طرز عمل اور رویہ ایک بد تہذیبی کی داستان ہے۔ یہ سپریم کورٹ میں میری اپیل کے میمورنڈم کا ایک حصہ ہے اس لئے میں اس پر زیادہ تبصرہ نہیں کروں گا۔ انہوں نے اس فیصلہ پر بس نہیں کی کہ مجھے موت تک پھانسی پر لٹکایا جائے اور اس فیصلہ کے الفاظ کو انہوں نے ایک خاص لطف سے ادا کیا بلکہ انہوں نے اس بات کو یقینی بھی بنایا کہ مجھے موت کی کال کوٹھری میں منتقل کر دیا جائے۔ یہ چیز موت سے بھی بدتر تھی۔

اسی کتاب کے صفحہ 65 اور 199 پر وہ لکھتے ہیں کہ میں چیف جسٹس کی طنزیہ مسکراہٹوں، بدتمیزی، توہین آمیز رویہ اور گھرکیوں کا نشانہ تھا۔ اور مجھ پر بلند آواز میں چلّایا جاتا تھا۔ اور دوسرے ملزمان کو جو اعتراف جرم کر چکے تھے مشفقانہ مسکراہٹوں اور پدرانہ شفقت سے نوازا جاتا تھا۔

کسی سیاسی بحث میں الجھے بغیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس فیصلہ نے ملک کو بری طرح تقسیم کیا۔ اور سارے تنازعہ کا نقطہ آغاز یہ تھا کہ ایک فریق کو یہ شکوہ تھا کہ کارروائی کے دوران اس سے امتیازی اور ناروا سلوک روا رکھا گیا تھا۔ اس سے ان احادیث میں بیان فرمودہ ہدایات کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

کیا قاضی کو تبدیل کرنے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے؟

پاکستان کے موجودہ بحران میں تقریباً تمام فریقوں کی طرف سے یہ شکایت کی جا رہی ہے کہ انہیں مختلف مقدمات میں مختلف ججوں یا الیکشن کمیشن کے عہدیداروں پر اعتماد نہیں ہے۔ اور وہ یہ مطالبہ کر رہے ہیں انہیں تبدیل کیا جائے یا ان کی بجائے ان مقدمات کی سماعت کے لئے دوسرے ججوں کو مقرر کیا جائے یا جو بنچ ان مقدمات کی سماعت کر رہا ہے کہ اس میں دوسرے ججوں کو مقرر کیا جائے۔ یہ صورت حال ایک ایسا بحران بن چکی ہے جو دن بدن شدید ہوتا جا رہا ہے۔

اس پس منظر میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا مقدمہ کا ایک فریق یہ مطالبہ کر سکتا ہے کہ کوئی خاص جج اس مقدمہ کی سماعت کرے یا یہ کہ ایک فریق یہ مطالبہ کرے کہ فلاں جج اس مقدمہ کے بنچ میں شامل نہ ہو۔ اس بارے میں پاکستان کی سپریم کورٹ کی سائٹ پر یہ اصولی ہدایت آویزاں ہے کہ

Judge can never be of the choice of the litigant.

یعنی مدعی کبھی بھی اپنی مرضی کے جج کا انتخاب نہیں کر سکتا۔

عمومی طور پر دنیا میں اگر کسی مقدمہ کی سماعت کرنے والے جج کا یا اس کے اہل خانہ کا اس مقدمہ کے فیصلہ سے کوئی مالی مفاد وابستہ ہو، یا کسی فریق سے اس کی جانبداری معلوم ہو، یا وہ متنازعہ معاملہ کے شواہد کے بارے میں ذاتی علم رکھتا ہو، یا اس معاملہ میں جج پہلے وکیل رہ چکا ہو، یا جج کا کوئی رشتہ دار اس مقدمہ میں فریق یا وکیل ہو تو یہ جج اس مقدمہ کی سماعت سے معذرت کر سکتا ہے۔

بنو قریظہ نے اپنے لئے منصف کا انتخاب خود کیا تھا؟

جہاں تک احادیث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کی روایات کا تعلق ہے تو ایسی مثالیں نہیں ملتیں کہ کسی فریق کے مطالبہ پر قاضی تبدیل کر دیا گیا ہو کیونکہ اس فریق کا کہنا تھا کہ اسے قاضی پر اعتماد نہیں ہے۔ لیکن ایک اہم واقعہ ایسا ہے جس کے بارے میں کئی روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک فریق نے اپنی پسند کا منصف مقرر کرنے کا مطالبہ کیا۔ اور یہ بھی اکثر روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ ان کے ہمدردوں اور حلیفوں نے بھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی کہ ان سے نرم سلوک کیا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے سردار کو ہی اس فیصلہ کے لئے مقرر کر دیتا ہوں۔ یہ واقعہ بنو قریظہ کی سنگین غداری کا واقعہ تھا۔ مدینہ کے دیگر یہود کی طرح اس قبیلہ کا مسلمانوں سے معاہدہ تھا اور اس معاہدہ کی رو سے ان کا فرض تھا جب مدینہ پر حملہ ہو تو وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر مدینہ کا دفاع کریں گے۔ لیکن جب غزوہ احزاب کے موقع پر مدینہ پر حملہ ہوا تو انہوں نے بجائے اس کے کہ مدینہ کا دفاع کرتے، معاہدہ توڑ کر دشمنوں کے ساتھ مل کر ساز باز شروع کر دی اور ان کے ساتھ مل کر مدینہ میں قتل و غارت کرنے کی سازش کرنے لگے اور مسلمانوں کو صاف جواب دے دیا کہ ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی معاہدہ نہیں کیا تھا۔

جب جنگ احزاب کا اختتام ہوا تو مسلمانوں نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے پھر بھی مفاہمت اور معذرت کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے گالی گلوچ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ لیکن جب ان کا زور ٹوٹنا شروع ہوا تو انہوں نے مفاہمت کی کوشش شروع کی۔ میثاق مدینہ کی رو سے اس شہر کا ہر آخری فیصلہ کا اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ مگر طبری کی روایت ہے کہ انہیں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بارے میں کوئی سخت فیصلہ فرمائیں گے اس لیے انہوں نے کہا کہ ''ہم اس شرط پر ہتھیار رکھ دیتے ہیں کہ سعد بن معاذ ہمارے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا ان کے ہی حکم پر سہی۔ انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے۔''

(تاریخ طبری جلد دوئم، مترجم سید محمد ابراہیم، ناشر دارالاشاعت 2003ء صفحہ 262)

صحیح بخاری میں اس بارے میں یہ روایت ہے:

حضرت ابو خدریؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب بنو

قریظہ حضرت سعد بن معاذؓ کی ثالثی پر ہتھیار ڈال کر قلعے سے اتر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں پیغام بھیجا، حضرت سعدؓ وہیں قریب ہی ایک مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے تھے، وہ گدھے پر (سوار ہوکر) تشریف لائے۔ جب قریب آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اپنے سردار کے استقبال کے لیے اٹھو‘‘ چنانچہ وہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: ’’ان لوگوں (یہود بنی قریظہ) نے آپ کی ثالثی پر ہتھیار ڈال دیے ہیں۔‘‘ حضرت سعد بن معاذؓ نے یہ فیصلہ دیا کہ ان میں جو جنگجو ہیں انھیں قتل کر دیا جائے اور ان کی ذریت کو اسیر کرلیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔‘‘

(صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر بَابُ إِذَا نَزَلَ العَدُوُّ عَلَى حُكْمِ رَجُلٍ)

ایسی ہی احادیث صحیح بخاری کتاب المغازی اور صحیح مسلم کتاب الجہاد میں بھی درج ہیں کہ بنو قریظہ نے اس شرط پر ہتھیار رکھے تھے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کا فیصلہ کریں گے۔

بنو قریظہ مدینہ کے بنی اوس کے حلیف تھے۔ اس سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قینقاع کو جوکہ قبیلہ خزرج کے حلیف تھے معاف کیا تھا اور ان کی غداری کے باوجود ان کی جان بخشی کی تھی۔ بہت سی روایات کے مطابق اس موقع پر بنی اوس نے رسول اللہ ﷺ نے یہ درخواست کی کہ بنو قریضہ ہمارے موالی ہیں۔ تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تمہارا آدمی ہے ان کا فیصلہ کرے۔ اس پر انہوں نے رضامندی کا اظہار کیا اور ان کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اس فیصلہ کے لئے مقرر کر دیا گیا لیکن یہ بنو قریظہ اور ان کے حلیفوں کی شدید غلطی تھی۔ دنیا کا کوئی شخص رسول اللہ ﷺ جتنی نرمی اور شفقت کا مظاہرہ نہیں کرسکتا تھا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے پہلے بنو قریظہ سے عہد لیا کہ وہ ان کے فیصلہ کو تسلیم کریں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے عہد لیا کہ وہ ان کے فیصلہ کو تسلیم کریں گے۔ اور پھر بنو قریظہ کے جنگ کرنے کے قابل افراد کو سزائے موت دینے کا فیصلہ سنا دیا۔

میثاق مدینہ کی رو سے فیصلہ کرنے کا حق رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا لیکن طبری کی روایت کے مطابق بنو قریظہ نے اپنی مرضی کا منصف مقرر کرنے پر اصرار کیا اور ان کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا گیا۔ یہ ایک مثال ہے جس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مدعا علیہ نے اپنی مرضی کا منصف مقرر کرایا۔ لیکن یہ جنگ اور محاصرہ ختم کرانے کے لئے ایک استثناء تھا۔ اسے معمول کا عمل نہیں قرار دیا جا سکتا۔

اداروں کا حدود سے تجاوز اور جماعت احمدیہ

جیسا کہ اس مضمون کے آغاز پر یہ ذکر کیا گیا تھا کہ آج کل پاکستان میں ریاست کے تینوں ستونوں کے درمیان صرف تناؤ ہی نہیں بلکہ ایک برملا تصادم کی صورت حال پائی جاتی ہے۔ اور یہ اظہار کیا جا رہا ہے کہ ریاست کا فلاں ستون اپنی حدود سے تجاوز کرکے ہمارے دائرہ کار میں دخل دے رہا ہے۔ 1973ء کے آئین میں ہر ادارے کی جو حدود متعین کی گئیں تھیں وہ اس وقت سے لے کر اب تک بری طرح پامال کی گئی ہیں۔ اس مضمون کے آغاز میں یہ ذکر کیا گیا تھا کہ یہ سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب پاکستان کی پارلیمنٹ نے اپنی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے بزعم خود احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی کارروائی شروع کی اور انجام کار اس غرض کے لئے دوسری آئینی ترمیم منظور کی گئی۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا تھا کہ آغاز میں ہی جماعت احمدیہ نے انتباہ کیا تھا کہ اگر یہ قدم اٹھایا گیا تو اس سے ان گنت فسادات اور خرابیاں جنم لیں گی۔ افسوس کہ یہ نصیحت نظر انداز کی گئی۔ جب 1974ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف یہ کارروائی اپنے اختتام پر پہنچ رہی تھی تو یہ منحوس سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ اور خود قومی اسمبلی کے ممبران آئین اور قانون کی دھجیاں اڑاتے ہوئے ایسے اعلانات کر رہے تھے جن کی دنیا کے کسی آئین اور قانون میں اجازت ہونا تو درکنار، انسانی ضمیر ہی ایسی بربریت کو رد کر دیتا ہے۔

5 ستمبر کی کارروائی میں ایک ممبر ملک سلیمان صاحب نے قومی اسمبلی میں یہ مطالبہ کیا تھا کہ احمدیوں کی جائیدادیں ضبط کر لی جائیں۔ اور 3 ستمبر کی کارروائی میں ایک اور ممبر جمال محمد کوریجہ صاحب نے گالیاں دینے کے بعد کہا تھا کہ احمدیوں کو پاکستان سے نکال دینا چاہیے۔

اور 6 ستمبر کی کارروائی کے دوران ایک اور ممبر نعمت اللہ شنواری صاحب نے کہا تھا کہ ہم قبائلی علاقہ کے لوگوں کو اجازت دی جائے کہ وہ احمدیوں کے خلاف جہاد شروع کر دیں۔ اس طرح خود اسمبلی کے ممبران نے آئین پاکستان کو پامال کرتے ہوئے یہ مطالبہ کیا تھا کہ احمدیوں کے بنیادی حقوق سلب کر لیے جائیں۔ یہ مطالبات اپنی حدود سے تجاوز نہیں تھے تو اور کیا تھے؟

اور جہاں تک پاکستان کی عدلیہ کا تعلق ہے تو احمدیوں کو انصاف مہیا کرنا تو درکنار، کئی مرتبہ خود عدالتوں نے ایسے فیصلے سنائے جن میں اپنے دائرہ کار اور حدود سے ہر طرح تجاوز کرتے ہوئے دوسری ریاستی اداروں کو اکسایا کہ وہ احمدیوں کی معمول کی زندگی بھی اجیرن کر دیں۔ صرف ایک فیصلہ کی مثال پیش کی جاتی ہے۔

2018ء میں اسلام آباد ہائی کورٹ نے ایک فیصلہ سنایا۔ یہ فیصلہ شوکت عزیز صدیقی صاحب نے تحریر کیا تھا۔ اس میں مقننہ کو ہدایت دی گئی کہ قوانین کو مزید سخت بنائے تا کہ کوئی اقلیت اسلامی اصطلاحات کو استعمال نہ کر سکے۔ اور اس بات پر تشویش کا اظہار کیا کہ احمدی اپنے ناموں اور وضع قطع کے اعتبار مسلمانوں سے علیحدہ نظر نہیں آتے۔ گویا احمدی لباس ویسا پہنیں جیسا عدالت تجویز کرے اور اگر نام بھی رکھیں تو وہ بھی کسی عدالت کا تجویز کردہ ہونا چاہیے۔ بلکہ اس عدالتی فیصلہ میں اس بات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا کہ احمدیوں کے نام مسلمانوں کی طرح کیوں ہوتے ہیں۔ اور احمدیوں کے لئے ’’احمد‘‘ کا نام تو بالکل نامناسب ہے، ان کے نام کے ساتھ مرزائی یا غلام مرزا کے الفاظ شامل کر دینے چاہئیں۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ عجیب تجویز پیش کی کہ حکومت کو چاہئیں کے ملک میں احمدیوں کی تعداد معلوم کرنے کے لئے سائنسی طریقے استعمال کرے۔

(Allah Wassaya vs Federation of Pakistan 2018)

یہ چند جھلکیاں ظاہر کرتی ہیں کہ کس طرح پاکستان میں ریاست کے ہرستون کی طرح عدلیہ نے بھی نہ صرف اپنی حدود سے تجاوز کیا بلکہ آئین اور عقل کی حدود سے بھی باہر نکل کر احمدیوں کے ساتھ امتیازی سلوک میں اپنا کردار ادا کیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ اتنی دہائیوں سے جب احمدیوں پر یہ مظالم ہو رہے تھے تو بہت کم لوگوں نے ان ریاستی اداروں کو یہ یاد کرایا کہ انہیں ان اقدامات کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور اب پاکستان کو اس المیے کا سامنا ہے کہ یہی آئینی ادارے ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہیں۔ اور اس تصادم کی وجہ سے پاکستان اپنی تاریخ کے ایک خوفناک بحران سے گزر رہا ہے۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ کئی سالوں سے یہ صورت حال ہے کہ ایک بحران ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا بحران شروع ہو جاتا ہے۔ اب پوری قوم کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ یہ سلسلہ کس طرح شروع ہوا اور کس طرح اسے پروان چڑھایا گیا؟ وہ کون سی غلطیاں تھیں جن کے نتیجہ میں آج پاکستان کو دنیا بھر میں ایک تماشہ بنا دیا گیا ہے۔

فرصت ہے کسے جو سوچ سکے پس منظر ان افسانوں کا
کیوں خواب طرب سب خواب ہوئے
کیوں خون ہوا ارمانوں کا
طاقت کے نشے میں چور تھے جو توفیق نظر جن کو نہ ملی
مفہوم نہ سمجھے وہ ناداں قدرت کے لکھے فرمانوں کا

الہام يَأْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ کی تکمیل

حضرت مفتی محمد صادقؓ تحریر فرماتے ہیں (قریباً 1902ء) میں ایک لیڈی مس روز نام تھی جس کے مضامین اُس ملک کے اخباروں میں اکثر چھپا کرتے تھے میں نے اُس کے ساتھ تبلیغی خط و کتابت شروع کی اور اُس کے خط جب آتے تھے میں عموماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ترجمہ کر کے سنایا کرتا تھا اور ہماری مجلسوں میں اُسے مس گلابو کہا جاتا تھا۔ ایک دفعہ مس گلابو نے اپنے خط کے اندر پھولوں کی پتیاں رکھ دیں حضرت صاحب نے اُنہیں دیکھ کر فرمایا۔

’’یہ پھول محفوظ رکھو کیونکہ یہ بھی يَأْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ کی پیشگوئی کو پورا کرنے والے ہیں۔‘‘

(ذکر حبیب صفحہ 99)

مرسلہ: قاسم محمود۔ اسکاٹ لینڈ

دعا کا تحفہ

والدین کے احسانات کو یاد کر کے رحم کی دعا

نبی کریم ﷺ کو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے لئے والدین کے حق میں یہ دعا سکھائی گئی۔ حضورؐ فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا والدین کا احسان اتار نہیں سکتا یہاں تک کہ والد کو غلامی سے آزاد کرائے۔

(تفسیر قرطبی جلد 10 صفحہ 244)

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۵﴾

(بنی اسرائیل:25)

اے میرے رب! ان پر مہربانی فرما کیوں کہ انہوں نے بچپن کی حالت میں میری پرورش کی تھی۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 36)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

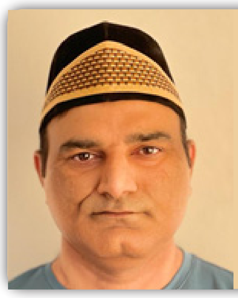

رپورٹ: کاشف احمد

19 واں جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ تھائی لینڈ

جلسہ سالانہ احمدیہ مسلم جماعت کی ایک صدی سے زیادہ پرانی روایت ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی بنیادیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ سے رکھی گئیں۔ اس کا نظام حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک نگرانی میں تیار ہوا اور پھر خلافت احمدیہ کے بابرکت رہنما اصولوں کے تحت اس کے شعبہ جات اور ضرورتیں پھیلتی رہیں۔

اصولی طور پر دنیا میں جہاں کہیں بھی جلسہ سالانہ منعقد ہوتا ہے اسے ایک ہی درخت کی شاخ تصور کیا جاتا ہے لیکن اس کی اہمیت اس وقت کئی گنا بڑھ جاتی ہے جب خلیفۃ المسیح اس تقریب میں اپنی بابرکت شمولیت فرماتے ہیں لیکن تھائی لینڈ ابھی تک یہ شرف نہیں حاصل کر سکا کہ ہم اپنے پیارے خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا والہانہ استقبال کریں۔

سب سے پہلے تو کووِڈ 19 کی وجہ سے تھائی لینڈ میں کسی بھی قسم کے اجتماع پر پابندی عائد کر دی گئی تھی اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی ہمیں ہدایت کی ہے کہ حکومت کے احکامات پر مکمل عمل کریں اور کسی بھی صورت ان کی مخالفت نہ کریں۔ اس لیے ہمیں جلسہ سالانہ تھائی لینڈ کو 2 سال کے لیے ملتوی کرنا پڑا۔

اس سال جب ہم جلسہ سالانہ منعقد کرنے کا ارادہ کیا تو ہم نے مختصر نوٹس پر ایک نئی جگہ کا انتظام کیا ہے اور ایک نئی جگہ تلاش کی ہے کیونکہ پرانا ہوٹل COVID-19 کے بحران سے بند ہو چکا ہے۔ اللہ کے فضل سے ایک ہفتے کے اندر ہمیں یہ نئی جگہ مل گئی۔ نئی جگہ تلاش کرنے کے بعد، ہمیں اس سال کی کارروائی کے لیے تمام انتظامات کرنے کے لیے رضا کاروں کی ایک ٹیم بنانا تھی۔

الحمدللہ، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے 2 سال کے وقفے کے بعد ہم یہ جلسہ منعقد کر رہے ہیں، مقام تبدیل کیا گیا ہے، اور ہم نے اس تقریب کے لیے بھرپور کوششیں کی ہیں، اور انتظامات مکمل ہیں، انصار، خدام، لجنہ ناصرات بہت اچھے طریقے سے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ رضا کاروں کے تعاون سے اس جلسہ سالانہ کی کارروائی کامیابی سے مکمل ہوئی۔

جلسہ کے کامیاب انعقاد کے لیے 5 بکرے صدقہ کئے گئے۔

COVID-19 کی پابندیوں کی وجہ سے جماعت کے کم ارکان کو جلسہ سالانہ میں مدعو کیا گیا تھا۔

11 جون بروز ہفتہ کی سہ پہر قومی صدر اور مبلغ انچارج صاحب جلسہ گاہ (پائن ہرسٹ گالف کلب، ہول ان ون ہوٹل) پہنچے اور جلسہ سالانہ کے انتظامات کا معائنہ کیا۔ معائنہ کے بعد قومی صدر اور مبلغ انچارج صاحب نے رضا کاروں کے اجتماع سے خطاب کیا اور اپنے فرائض کی انجام دہی کے بارے میں رہنمائی اور ہدایات دیں۔

اس سال، جلسہ سالانہ تھائی لینڈ کا انعقاد 12 جون 2022 کو پائن ہرسٹ گالف کلب، ہول ان ون ہوٹل پتوم تھانی بنکاک، تھائی لینڈ میں ہوا اس سال صورتحال کو دیکھتے ہوئے ایک بڑا ہال بنایا گیا جس میں 65٪ مردوں کی جلسہ گاہ اور 35٪ خواتین کی جلسہ گاہ بنائی گئی۔

اتوار کو پائن ہرسٹ گالف کلب میں باضابطہ افتتاح ہوا، ہول ان ون ہوٹل میں قومی صدر اور مبلغ انچارج تھائی لینڈ نے جلسہ سالانہ کا افتتاح کیا اور پھر تلاوت و نظم کے ساتھ آگے بڑھے اور پھر قومی صدر اور مبلغ انچارج نے دعا کروائی۔ اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پیغام برائے جلسہ سالانہ تھائی لینڈ 2022 پڑھ کر سنایا گیا اور اس کا اردو اور تھائی زبان میں ترجمہ بھی پیش کیا گیا۔ جس کے بقیہ صفحہ 9 پر

ایک سبق آموز بات

زمانہ جاہلیت کے عربی ادب میں باکمال اشعار موجود ہیں۔ معلقہ زہیر بن ابی سلمٰی کے دو اشعار یوں ہیں:

فَلَا تَكْتُمُنَّ اللّٰهَ مَا فِي نُفُوسِكُمْ
لِيَخْفَى وَمَهْمَا يُكْتَمِ اللّٰهُ يَعْلَمِ

پس (معاہدوں کے دوران) اللہ سے اپنے دلوں کی بات نہ چھپانے کی کوشش کرو تا کہ وہ مخفی رہ جائے۔ اور جو بھی بات اللہ سے چھپائی جاتی ہے وہ جان لیتا ہے۔

يُؤَخَّرْ فَيُوضَعْ فِي كِتَابٍ فَيُدَّخَرْ
لِيَوْمِ الحِسَابِ أَوْ يُعَجَّلْ فَيُنْقَمِ

کچھ مہلت دی جاتی اور وہ نامہ اعمال میں لکھ لی جاتی ہے اور یومِ حساب کے لئے محفوظ کر لی جاتی ہے یا (اگر) جلدی کی گئی تو (اس دنیا میں) فوراً سزا دے دی جائے گی۔

ذیشان محمود۔ سیرالیون

27 اگست 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:44	18:41
مدینہ منورہ	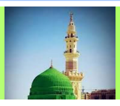	04:40	18:45
قادیان		04:35	18:59
ربوہ		04:15	18:39
اسلام آباد ٹلفورڈ	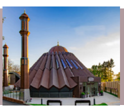	04:38	20:01

فقہی کارنر

عقیقہ کی سنت دو بکرے ہی ہیں

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں نے تولد فرزند کے عقیقہ کے متعلق (حضرت مسیح موعودؑ سے) سوال کیا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: ’’لڑکے کے عقیقہ کے لئے دو بکرے قربان کرنے چاہئیں‘‘

میں نے عرض کی کہ ایک بکرا بھی جائز ہے؟ حضور نے جواب نہ دیا۔ میرے دوبارہ سوال پر ہنس کر فرمایا ’’اس سے بہتر ہے عقیقہ نہ ہی کیا جاوے‘‘ ایک بکرا کے جواز کا فتویٰ نہ دیا۔ میری غرض یہ تھی کہ بعض کم حیثیت والے ایک بکرا قربانی کر کے بھی عقیقہ کر سکیں۔

(سیرت المہدی جلد 2 صفحہ 155)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)